بمناسبت چہار صد مین سال تدوین مکتوبات انتشار یافت

درسِ مکتوباتِ امامِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

مدرس

پروفیسر محمد اقبال مجددی
سابق صدر شعبۂ تاریخ
گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور

ترتیب وتدوین

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

امام ربانی پبلیکیشنز لاہور پاکستان

پہلے یہ پڑھیے

زیرِ نظر دروس کی مئوثر اشاعت کے لیے خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات سے درخواست ہے کہ اپنی سرپرستی میں منعقد ہونے والی مجالس میں ان دروس کے چند صفحات قسط وار سنانے کا اہتمام فرمائیں تاکہ تصوف کی حقیقی روح سے عامۃ الناس کو متعارف کروایا جا سکے، مخیّر حضرات کو اسے شائع کروانے کی عام اجازت ہے۔

درس مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، مکتوب نمبر ۴ (جلد اوّل)

مکتوب ہذا مندرجہ ذیل دروس میں بیان کرتے ہوئے مکمل کیا گیا

☆ ۶واں ماہانہ درس مکتوبات منعقدہ ۱۱/نومبر ۲۰۱۲ء

☆ ۷واں ماہانہ درس مکتوبات منعقدہ ۹/دسمبر ۲۰۱۲ء

☆ ۸واں ماہانہ درس مکتوبات منعقدہ ۱۳/جنوری ۲۰۱۳ء

☆ ۹واں ماہانہ درس مکتوبات منعقدہ ۱۰/فروری ۲۰۱۳ء

مکتوب ۴ چہارم

دربیانِ فضائلِ شہرِ عظیم القدر شہرِ رمضان و بیانِ حقیقتِ محمدی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نیز بہ پیرِ بزرگوارِ خود نوشتہ اند۔ عرضہ داشتِ احقر الخدمہ آنکہ مدتے است کہ از راہِ مفاوضۂ شریفہ از احوالِ خدمۂ آن عتبۂ علیہ اطلاعے ندارد و نگران میباشد قدومِ ماہِ مبارکِ

رمضان مبارک باشد این ماہ را با قرآن مجید کہ حاوی جمیع کمالاتِ ذاتی وشیونی است و داخل دائرہ اصل است کہ ہیچ ظلیتے باو راہ نیافتہ است وقابلیت اولی ظل اوست مناسبتِ تمام است وبآن مناسبت نزولِ آن درین ماہ واقع شدہ شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ مصداق این سخن است وبآن مناسبت این ماہ نیز جامع جمیع خیرات وبرکات است ہر برکتے وخیرے کہ در تمام سال بہر کہ میرسد از ہر راہ کہ می آید قطرہ ایست از دریاے بی نہایت برکاتِ این شہر عظیم القدر جمعیتِ این ماہ سبب جمعیتِ تمام سال است وتفرقہ این ماہ سبب تفرقہ تمام سال فطوبٰی لمن مضٰی علیہ ھٰذا الشھر المبارک ورضی عنہ وویل لمن سخط علیہ فمنع من البرکات وحرم من الخیرات وایضاً سُنتِ ختم قرآن درین ماہ بواسطہ آن تواند بود کہ تا جمیع کمالاتِ اصلی وبرکاتِ ظلی میسر شود فمن جمع بینھما یرجٰی ان لا یحرم من برکاتہ ولا یمنع من خیراتہ برکاتیکہ بایامِ این شہر والبستہ اند دیگر اند وخیراتیکہ بلیالی آن متعلق اند دیگر واز جہتِ این سر تواند بود کہ حکم باولویتِ تعجیل افطار وتاخیر تسحر بودہ باشد تا امتیاز تمام بین اجزاء الوقتین حاصل آید قابلیتِ اولی کہ بالا مذکور شد وحقیقتِ محمدی عبارت ازان است علٰی مظہرھا الصلوات والتسلیمات نہ قابلیتِ ذات است مر اتصافِ جمیع صفات را کما حکم بعض بلکہ قابلیتِ ذات است عز سلطانہ مر اعتبارِ علم را کہ متعلق شود بجمیعِ کمالاتِ ذاتی وشیونی کہ حاصل حقیقتِ قرآن مجید است وقابلیتِ اتصاف کہ مناسب خانہ صفات است وبرزخ است میان ذاتِ جل شانہ وصفاتِ او حقائقِ انبیاء دیگر است علٰی نبینا وعلیھم الصلوات والتسلیمات والتحیات ہمین قابلیت بملاحظہ اعتبار کہ مندرج اند دروی حقائق متعددہ گشتہ قابلیتے کہ حقیقتِ محمدی است علیہ الصلوۃ والتحیۃ اگرچہ ظلیت دارد اما رنگِ صفات باو ممتزج نگشتہ است وہیچ حائلی درمیان نیامدہ وحقائق جماعہ محمدی المشرب قابلیاتِ ذات است عز شانہ مر اعتبارِ علم را کہ متعلق شود ببعض آن کمالات

وآن قابلیتِ محمدیہ برزخ است میانِ ذاتِ جل سلطانہ ومیانِ این قابلیاتِ متعددہ وحکمِ آن بعض بواسطہ آنست کہ او را در خانہ صفات قدمگاہ است وبس ونہایتِ عروجِ آن خانہ تا بآن قابلیت است لاجرم آن را بآن سرور نسبت کردہ علیہ الصلوۃ والسلام والتحیۃ وچون این قابلیتِ اتصاف ہرگز مرتفع نمیشود آن بعض نیز حکم کردہ بآنکہ حقیقتِ محمدی ہمیشہ حائل است والا قابلیتِ محمدیہ را علٰی مظہرھا الصلوۃ والتحیۃ کہ مجرد اعتبار است در ذاتِ جل شانہ ارتفاع از نظر ممکن است بلکہ واقع است وقابلیتِ اتصاف اگرچہ نیز اعتبار است اما بواسطہ برزخیت رنگِ صفات گرفتہ کہ در خارج موجود اند بوجودِ زائد وارتفاعِ او از امکان برآمدہ لاجرم حکم میکند بوجودِ آن حائل دائماً اشکالِ این علوم کہ منشأ آن جامعیتِ اصالت وظلیت است بسیار وارد میشوند اکثر آنہا در پرچہا کا نمذ نوشتہ می شود مقامِ قطبیت منشأ دقائقِ علومِ مقامِ ظلی است ومرتبہ فردیت واسطہ ورودِ معارفِ دائرہ اصل امتیاز میانِ ظل واصل بے اجتماعِ این دو دولت میسر نیست لہذا بعضے از مشائخ قابلیتِ اولی را کہ تعینِ اول مے گویند زائد بر ذات نمیدانند وتجلی ذاتی شہودِ آن قابلیت را مے انگارند والحق ما حققت والامر ما اوضحت واللّٰہ سبحانہ یحق الحق وھو یھدی السبیل رسالہ کہ بتسویدِ آن مامور شدہ بود باتمامِ آن موفق نمے شود وہمان مسودہا افتادہ اند تا حکمتِ الٰہی جل سلطانہ درین توقف چہ بودہ باشد زیادہ گستاخی از ادب دور است

ترجمہ:

بڑے درجے والے مہینے ماہ رمضان کی فضیلتوں اور حقیقت محمدی علیہ علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام کے بیان میں۔ یہ بھی اپنے بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:

حضور کے خادموں میں ذلیل اور حقیر خادم گذارش کرتا ہے کہ مدت سے حضور کا کوئی نوازش نامہ صادر نہیں ہوا اور اس بلند بارگاہ کے خادموں کے احوال کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ ہر دم انتظار ہے۔ ماہ رمضان شریف کا آنا مبارک ہو۔ اس مہینے کو قرآن مجید کے ساتھ (جو تمام ذاتی اور شیونی کمالات کا جامع ہے اور دائرہ اصل میں داخل ہے جس میں ظلیت کو راہ نہیں اور قابلیت اولی یعنی حقیقت محمدیہ کا ظل ہے) بڑی مناسبت ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے اس مہینے میں قرآن مجید کا نزول واقع ہوا

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِی اُنزِ لَ فِیْهِ القرآن اس بات کا مصداق ہے اور اس مناسبت کے باعث یہ مہینہ بھی تمام خیرات و برکات کا جامع ہے جو برکت و خیر کہ تمام سال میں ہر شخص کو پہنچتی ہے خواہ وہ کسی راہ سے پہنچے۔ اس ماہ مبارک کی بے نہایت برکتوں کے دریا کا ایک قطرہ ہے، اس مہینے کی جمعیّت ہے اور اس مہینے کا تفرقہ تمام سال کا تفرقہ ہے، فَطُوبیٰ لِمن مضیٰ علیهِ هذا الشهرُ المبارک ورَضِیَ عَنهُ وَوَیلٌ لمن سَخِطَ عَلَیهِ فَمنعَ مِنَ البرکَات وحُرِمَ من الخیرات پس اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس پر یہ مہینہ خوشی خوشی گذر گیا اور ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جس پر یہ مہینہ ناراض گیا وہ اس کے خیرات و برکات سے محروم رہا۔

اور نیز قرآن مجید کا ختم کرنا اس مہینہ میں اس واسطے سنت ہوا ہے تا کہ تمام اصلی

کمالات اور ظلی برکات حاصل ہو جائیں فَمَن جَمَعَ بینهُما یُرجیٰ اَن لَا یُحْرَمَ مِنْ بَرَکَاتِهِ وَلَا یُمْنَعُ مِن خَیرا تِهِ پس جس نے ان دونوں کو جمع کیا امید ہے کہ وہ اس مہینے کی برکات وخیرات سے محروم نہ رہے گا۔

وہ برکتیں جو اس مہینے کے دنوں سے وابستہ ہیں وہ اور ہیں اور وہ خیرات جو اس مہینے کی راتوں کے متعلق ہیں وہ اور ہیں اور ممکن ہے کہ اس حکمت کا سبب یہ حکم ہوا ہو کہ افطار میں جلدی کرنا اور سحر میں دیر کرنا اُولیٰ و افضل ہے تا کہ دونوں وقتوں کے حصوں کے درمیان پورا پورا امتیاز ہو جائے۔

قابلیت اَولیٰ جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور جس سے مراد حقیقت محمدی ہے علی مَظْهَرِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ (اس کے مظہر پر صلوات وسلام ہوں) وہ ذات کی قابلیت تمام صفات کے ساتھ متصف ہونے کی وجہ سے نہیں ہے، جیسے کہ بعض نے حکم کیا ہے بلکہ ذات کی قابلیت اس علم کے اعتبار سے ہے جو ان تمام ذاتی اور شیونی کمالات سے متعلق ہے جو قرآن مجید کی حقیقت کا حاصل ہیں اور قابلیت اتصاف جو خانۂ صفات کے مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے درمیان برزخ کی طرح ہے وہ دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقائق ہیں یہی قابلیت ان اعتبارات کے لحاظ سے جو اس میں مندرج ہیں بے شمار حقائق ہو گئے ہیں، وہ قابلیت جس کو حقیقت محمدی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے حقائق ہیں، کہتے ہیں۔ اگرچہ ظلیّت رکھتی ہے لیکن صفات کا رنگ اس سے ملا ہوا نہیں ہے اور کوئی مانع و پردہ درمیان میں نہیں ہے اور محمدی المشرب گروہ کے حقائق اس علم کے اعتبار سے جو بعض ان کمالات کے ساتھ متعلق ہوتا ہے ذات کی قابلیتیں ہیں اور وہ

قابلیت محمدیہ، اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور ان متعدد قابلیتوں کے درمیان برزخ کی طرح ہے اور ان بعض کا حکم اس سبب سے ہے کہ قابلیت محمدیہ کا قدم گاہ صرف خانہ صفات میں ہے اور خانہ صفات کے عروج کی نہایت اس قابلیت تک ہے۔ اسی وجہ سے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے اور چونکہ یہ قابلیت اتصاف ہرگز دور نہیں ہوتی اس واسطے ان بعض نے یہ حکم لگایا ہے کہ حقیقت محمدی ہمیشہ حائل ہے ورنہ قابلیت محمدیہ علیٰ مظہر ہا الصلوٰۃ والتحیہ کے لیے جو ذات باری تعالیٰ میں مجرد اعتبار ہے نظر سے دور ہونا ممکن بلکہ واقع ہے اور قابلیت اتصاف بھی اگر چہ اعتباری ہے لیکن برزخ ہونے کی وجہ سے ان صفات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے، جو وجود زائد کے ساتھ خارج میں موجود ہیں اور اس کا دور ہونا ممکن نہیں ہے اسی واسطے سے ہمیشہ کے لیے اس کے حائل ہونے کا حکم کرتے ہیں۔

اس قسم کے علوم جن کا منشاء اصالت وظلیت کی جامعیت ہے، بہت وارد ہوتے ہیں اور ان میں اکثر کاغذ کے پرچوں میں لکھے جاتے ہیں، مقام قطبیت مقام ظلیت کے علمی دقائق کا منشاء ہے اور مرتبہ فردیت دائرہ اصل کے معارف وارد ہونے کا واسطہ ہے ان دو دولتوں یعنی مقام قطبیت اور مرتبہ فردیت کے جمع ہونے کے بغیر ظل اور اصل کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہے۔

بعض مشائخ قابلیت اولیٰ کو کہ جسے یقین اوّل کہتے ہیں ذات سے زیادہ نہیں جانتے اور اس قابلیت کے مشہود کو تجلّی ذاتی خیال کرتے ہیں۔ والحق ماحققتُ وَالامرُ مااوضحتُ واللّٰہُ سبحانہٗ یُحِقُّ الحَقُّ وَھُوَ یَھدِی السَّبِیلَ (اور حق وہی ہے جو میں نے تحقیق کی اور حقیقت امر وہی ہے جس کو میں نے واضح کیا اور اللہ تعالیٰ حق ظاہر کرتا ہے اور سیدھے رستہ کی ہدایت بخشتا ہے)

وہ رسالہ جس کے لکھنے کے لیے خاکسار کو حکم ہوا تھا اس کے پورا کرنے کی توفیق نہیں ملی اس طرح مسودے پڑے ہوئے ہیں۔ دیکھیں اللہ تعالیٰ کی حکمت اس توقف میں کیا ہوگی۔ زیادہ گستاخی ادب سے دور ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ کا یہ مکتوب اپنے شیخ بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے حضور ایک عریضہ ہے جس کے آغاز میں آپ نے ماہ رمضان کی آمد اور اس مبارک ماہ میں قرآن مجید کے نزول کا ذکر بھی کیا ہے، آپ عرض کرتے ہیں:

''ماہ رمضان شریف کی آمد مبارک ہو، اس ماہ مبارک کو قرآن پاک کے ساتھ جو تمام ذاتی وشیونی کمالات کو جامع ہے اور وہ اس دائرہ اصل میں ہے جس میں کسی ظل کو گزرنے کی مجال نہیں، قابلیت اولی (یعنی حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کا ظل ہے، سے کامل مناسبت رکھتی ہے۔''

آپ کے اس عریضہ میں چند خاص اصطلاحات استعمال کی ہوئیں ہیں جن کو پہلے ذہن نشین کر لینا لازم ہے، یعنی:

ذات:

کسی چیز کی ذات اس کے نفس اور عین کو کہا جاتا ہے، صوفیہ کی اصطلاح میں وجود حق بغیر اعتبار صفات اور تعینات کو ذات کہتے ہیں، جس کا مطلب ہے کہ رب کریم کا وجود مطلق صفات و تعینات سے مبرا ہے، خود حضرت مجدد الف ثانی اس کی تشریح فرماتے ہیں:

''ذات اُسے کہتے ہیں جو خود اپنے آپ سے قائم ہو اور صفات اسی ذات کے ساتھ قائم ہوں''[1]

آپ اس رسالہ کی معرفت ۲۸ میں مزید وضاحت فرماتے ہیں:

''بعض حضرات نے جو واجب تعالیٰ کی صفات کے الگ وجود سے انکار

۱۔ معارف لدنیہ، معرفت ۲۱

کیا ہے اور انہوں نے صفات کو خارج میں عین ذات کہہ دیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اصحاب تجلیات صفاتیہ کے مرتبہ میں ہیں .... انہیں یہ فیصلہ دینا پڑتا ہے کہ وہ صفات ہی خارج میں عین ذات ہے .... لیکن بعض حضرات اس مقام سے اوراوپر پہنچ جاتے ہیں اور ان کا مشہود صفات کے آئینوں سے باہر نکل جاتا ہے تو وہ حقیقت حال کو جو کچھ ہے جان لیتے ہیں اور سمجھ جاتے ہیں کہ علماءِ اہل سنت کا یہ فیصلہ صحیح اور انوار نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ماخوذ ہے کہ صفات الگ موجود ہیں اور وہ ذات حق سے جدا ہیں۔''[1]

شیونات:

یہ دراصل شان کی جمع ہے، شان کا مطلب حال اور امر ہے، قرآن مجید میں ہے كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمٰن:۲۹) جو اس مرتبہ کے مطابق ہے۔ رب کریم جب بندہ پر تجلی کرتا ہے تو اس حالت کو ''شانِ الٰہی'' کہا جاتا ہے اور بندہ کی حالت کو حال کہا جاتا ہے۔

خود حضرت مجدد الف ثانی شیونات کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں:

''شیونات اللہ تعالیٰ کی ذات فرع (قسم) ہیں اور اس کی صفات ان شیونات پر ہی مشتمل ہیں اللہ تعالیٰ کے اسماء رزاق اور خالق صفات ہی ہیں، لیکن اس ذات والاصفات کے افعال ان اسماء پر ہیں، دنیا کی تمام موجودات اس کے افعال کا نتیجہ ہیں، اس طرح معلوم ہوا کہ ان شیونات پر مشتمل ہیں، اللہ تعالیٰ کے اسماء رزاق اور صفات الگ الگ ہیں۔ شیونات خارج میں عین ذات ہیں، صفات خارج میں ذات پر زائد ہیں۔''[2]

۱۔ معارف الدنیہ، معرفت ۲۸ ۲۔ ایضاً، معرفت ۲۰

حضرت امام ربانی ان امور کی مزید تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فیض دو قسم کا ہوتا ہے:

ایک وہ فیض ہے جو ایجاد، ابقا، تخلیق، ترزیق، احیاء اور اماتت (مارنا) کے ساتھ ہے، یہ فیض سب کو صفات کے ذریعہ ملتا ہے، دوسری قسم وہ ہے جو صفات اور شیونات دونوں ذرائع سے سالک کو ملتا ہے، صفات اور شیونات کے درمیان بہت باریک فرق ہے جو صرف محمدی المشرب اولیاء پر ظاہر ہوتا ہے، مشائخ کی تحریرات میں شیون اور صفات میں فرق کا احساس نہیں ہوتا، ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ مقام شیون صاحب شانِ ولی کے روبرو ہوتا ہے اور مقام صفات مین ایسا نہیں ہوتا۔[1]

جس کا مطلب یہ ہے کہ شیون اور صفات کے مابین فرق کی یہ بنیاد ہے کہ جو حضرات صرف شہود صفات تک پہنچتے ہیں اور وہ مرتبہ ذات تک واصل نہیں ہوتے اور جو شہود شیونات کے مرتبہ ذات تک واصل نہیں ہوتے اور جو شہود شیونات کے مرتبہ پر پہنچ جاتے ہیں ہیں انہیں وصول ذات کا مرتبہ بھی حاصل ہوجاتا ہے۔

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ صوفیہ نے ایک دائرہ کی اصطلاح بنائی ہے چونکہ قرب الٰہی کے لاتعداد مقامات ہیں اور ایک سالک کو وہ تمام مراتب ایک دائرہ کی صورت میں نظر آتے ہیں، دائرہ کی کوئی انتہا نہیں ہوتی اس لیے اس ترقی کو دائرہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

صوفیہ نے سلوک کے مراتب کو دائرے قرار دیا ہے کیوں کہ دائرہ کی انتہا نہیں ہوتی۔

دائرۂ اصل:

اس سے مراد ذات کے اسماء وصفات اور شیونات واعتبارات کے مراتب ہیں، دائرہ

۱۔ مکتوبات ۲۸۷/۱

اصل کا تعلق عالم وجوب سے ہے، جس میں ایک طالب کو سیر علمی حاصل ہوتی ہے اس کا نام سیر فی اللہ ہے

دائرۂ ظلال:

''اس کو صوفیہ دائرۂ اسماء وصفات، دائرۂ ممکنات اور دائرۂ ولایتِ صغریٰ بھی کہتے ہیں، ظل شی سے مراد اس چیز کا دوسرے مرتبہ میں ظہور ہے''۔[1]

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی ارشاد الطالبین میں لکھتے ہیں:

''یہاں ظلال سے مراد سایہ نہیں ہے جس سے لطائف کے کمال میں نقص پیدا ہو بلکہ ظلال مخلوقات الٰہی میں سے ان لطائف کو کہا جاتا ہے جن کو رب کریم کے اسماء وصفات سے کامل مناسبت ہو، یہ ظلال دراصل مخلوق تک فیض رسانی کا وسیلہ بنتے ہیں۔[2]

اسماء وصفات کے یہی ظلال اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان حائل ہیں اگر یہ ظلال نہ ہوں تو ذات وصفات کی تجلیات کائنات کو جلا کر راکھ کردیں۔''

صحیح مسلم میں یہ حدیث بیان کی گئی ہے:

''اللہ تعالیٰ کے نور کے حجابات ہیں، اگر یہ حجابات دور ہوجائیں تو ذات کی تجلیات دنیا کو جلادیں''۔[3]

صوفیہ نے اس حدیث کی روشنی میں یہ تاویل کی ہے کہ ایمان والوں کے مبادی تعینات نور کے حجاب ہیں جو کہ اسم ''الھادی'' کے ظلال ہیں۔

مبداءِ فیاض:

اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات ہی مبداء فیاض ہے، ساری کائنات ہر طرح کا فیض اُسی

۱۔ مکتوبات ۲۸۷/۱ ۲۔ ارشاد الطالبین ص ۱۱ ۳۔ صحیح مسلم ۱۶۱/۱، حدیث ۱۷۹، کتاب الایمان

سے حاصل کرتی ہے۔

حقائق:

حقائق کے سات مرتبے ہیں یعنی حقیقتِ محمدی، حقیقت احمدی، حقیقت ابراھیمی، حقیقت موسوی، حقیقت کعبہ، حقیقت قرآن اور حقیقت صلوٰۃ

پہلے چار کو حقائق کونیہ اور آخری کو حقائق الٰہیہ کہا جاتا ہے۔ حقیقت دراصل کسی چیز کی اصلیت کو کہتے ہیں، لیکن صوفیہ کسی شے کے مبداءِ تعین کو حقیقت کا نام دیتے ہیں۔

شیخ اکبر ابن عربی نے آیت فَمَن حَجَّ الْبَيْتَ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:

یعنی حج کرنے والا وحدت ذاتیہ کے مقام پر پہنچ گیا اور حضرت حق میں "فنائے ذاتی کلی" کے ساتھ داخل ہو گیا۔

اس کے مقابل حضرت مجدد الف ثانی نے لکھا ہے:

حقیقت کعبہ سے مراد ذات حق تعالیٰ ہے جو سجدے اور عبادت کے لائق ہے۔ حقیقت محمدیہ ظہور اول اور حقیقت الحائق ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت مجدد الف ثانی خود لکھتے ہیں:

"حقیقت محمدی علیہ من الصلوٰت افضہا ومن التسلیمات اکملہا دراصل ظہور اور حقیقت الحقائق ہے دوسرے تمام حقائق یعنی انبیاء کرام اور ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقائق تمام اس کے ظلال کی طرح ہیں، خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا۔[1]

۱۔ مکتوبات ۱۲۲/۲

آپ نے اسی مکتوب میں لکھا:

"مراتب ظلال طے کرنے کے بعد اس فقیر پر جو کچھ کشف ہوا ہے وہ یہ ہے کہ حقیقت محمدی حقیقۃ الحقائق کا تعین اور ظہور ہے، جو مخلوق کی پیدائش کا اصل منشاء ہے۔[1]

دنیا کی پیدائش کے لیے پہلے "حب" پیدا کی گئی، اس کے بعد وجود، کیوں کہ حضرت حق جل وعلا اس حُب اور وجود سے مستغنی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی اس مکتوب کے آخر میں لکھتے ہیں:

"تعین اوّل میں جو تعین حُبی ہے پر جب بڑی باریکی سے نظر کی جائے تو رب کریم کے فضل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تعین کا مرکز "حُب" ہے جو حقیقت محمدی ہی ہے۔[2]

شیخ اکبرؒ اور آپؒ کے متبعین صوفیہ کے نزدیک حقیقت محمدی مرتبہ وحدت کا نام ہے اور تعین ثانی کو واحدیت سے تعبیر کرتے ہیں پھر واجب اور ممکن کے درمیان فرق کے قائل نہیں ہیں، لکھتے ہیں

"اعیان ثابتہ (حقائق ممکنات) حقیقت میں حق تعالیٰ کا ظل ہیں اس کا غیر نہیں ہیں"[3]

لیکن حضرت مجدد الف ثانی اور شہودی صوفیہ کے نزدیک حقیقت محمدیہ اور ظہور نفس اسم الٰہی کا نام ہے، باقی حقائق حقیقت محمدیہ کے ظلال کی طرح ہیں، رب کریم کے لیے تعینات، تنزلات و ظلال کا اطلاق جائز نہیں ہے۔[4]

حضرت مجدد الف ثانی کے نزدیک حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مخلوق ہونا حدیث شریف کے مطابق ہے یعنی "اوّل ماخلق اللہ نوری"

۱۔ ایضاً ۲۔ ایضاً ۳۔ فصوص الحکم، فص یوسفیہ ۴۔ مکتوب: ۱۲۲/۳

شیخ ابن عربی کا اعیان ثابتہ کو ذات واجب تعالیٰ کا ظل قرار دینا بھی حقیقت تک عدم رسائی کے باعث ہے، کیوں کہ کوئی مخلوق خالق کا ظل نہیں ہو سکتی، اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلوق کو صرف مخلوقیت کی نسبت ہے اور کوئی نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی لکھتے ہیں کہ جب میں ظلیت کی سیر کر رہا تھا تو مجھ پر بھی اس قسم کے معارف کا ظہور ہوا تھا، جو محض سکر کی حالت تھی۔ آپ مزید تحریر فرماتے ہیں:

''جن علوم کے ثبوت شرع سے پیش نہ کیے جا سکیں وہ تمام معارف سکریہ ہیں اور معاملہ کی حقیقت تک نہ پہنچنے کے باعث ہیں، واجب تعالیٰ کا ظل کیسے ممکن ہے؟ ظل سے تو مثال کا ہونا لازم آتا ہے، جو کمال لطافت کے متضاد ہے، جب کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل کمال لطافت کی وجہ سے تھا ہی نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کا ظل کیسے ممکن ہے؟''[1]

ایک اور مقام پر اس امر کو زیادہ موثر صورت میں بیان کیا ہے:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی انسان ایسا نظر نہیں آتا جو اسم الٰہی کا ظہور ہو، قرآن شریف بھی نفس الٰہی کا ظہور ہے، جس کا منشا صفات حقیقۃ سے ہے اس لیے اس کو قدیم اور غیر مخلوق کہتے ہیں، جبکہ ظہو محمدی کا مقصود صفات اضافیہ سے ہے اس لیے اس کو حادث اور مخلوق کہا ہے، کعبۂ مبارک کا معاملہ ان دونوں ظہورات سے زیادہ عجیب ہے وہاں تو صورت اور لباس کے بغیر معنی تنزیہی کا ظہور ہے''۔[2]

حقیقت کعبہ انسانوں کے لیے مسجود ہے، اس کے مقابلہ میں حقیقت محمدی ساجد ہے، اس لیے حقیقت کعبہ، حقیقت محمدی سے افضل ہے، حضرت مجدد الف ثانی کے ان مکاشفات کی تشریح آپ

۱۔ ایضاً: ۱۲۲/۳ ۲۔ ایضاً: ۱۰۰/۳

کے فرزند بزرگ خواجہ محمد سعید نے اپنے مکتوبات[1] میں بھی کی ہے اور دیگر نقشبندی حضرات نے بھی اس موضوع پر لکھا ہے، جس کا حاصل بحث یہ ہے:

حقیقت کعبہ، حقیقت محمدی سے افضل ہے، حقیقت کعبہ اپنے اصل مقام سے اوپر عروج نہیں کرتی لیکن حقیقت محمدی اس آیت مبارکہ ولآخرۃُ خیرٌ لک من الاُولیٰ[2] یعنی حقیقت محمدیہ کو ہر وقت ایسا عروج حاصل ہے جو لامتناہی ہے۔ صورت کعبہ مخلوق ہے اور حقیقت محمدی ظہور مخلوق کا سبب ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام خلائق سے افضل ہیں، حقیقت محمدی صورت کعبہ سے افضل ہے اور حقیقت کعبہ حقیقت محمدیہ سے افضل ہے۔

آپ نے اپنے رسالہ مبداء و معاد میں بھی اس کی تشریح کی ہے۔[3]

مکتوبات ۲۰۹/۱ میں بھی یہی وضاحت کی گئی ہے۔ قرآن مجید کی حقیقت پر بھی اس مکتوب میں بحث ہوئی ہے، مُسند الفردوس میں یہ حدیث پاک ہے:

''قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو غیر مخلوق ہے، جس نے اس کو مخلوق کہا وہ کافر ہے[4] حضرت مجدد الف ثانی نے بھی یہی لکھا ہے کہ قرآن مجید کو مخلوق اور حادث سمجھنے والا کافر ہو جاتا ہے''[5]

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی صفات ثمانیہ میں سے ایک صفت ہے، حضرت مجدد الف ثانیؒ نے قرآن مجید کو شان الکلام اور صفت الکلام کے تمام ذاتی و شیونی کمالات کا مجموعہ قرار دیا ہے

صوفیہ کے نزدیک قرآن کریم دائرۂ اصل ہے، حقیقت محمدیہ شیون کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے، حقیقت قرآن اصل ہے اور حقیقت محمدیہ اس کا ظل ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے لکھا ہے کہ حقیقت قرآن نور کے اطلاق سے بھی پاک ہے، نور مخلوق ہے اور حقیقت قرآن غیر مخلوق

۱۔ مکتوبات سعیدیہ، مکتوب: ۶۸ ۲۔ الضحیٰ: ۴ ۳۔ مبداء و معاد، نمبر ۴۸

۴۔ مسند الفردوس: ۲۲۲/۳ اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ۱۲/۱ ۵۔ مکتوبات: ۸۹/۳

اس لیے قرآن کریم کی یہ آیت قَد جَاءَ کُم من اللہ نور ۱؎ میں مذکور نور سے مراد قرآن مجید نہیں ہے
بلکہ یہاں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ ہے ۔۲؎
زیرِنظر مکتوب میں حقیقت رمضان کا بھی ذکر آیا ہے آپ نے تحریر کیا ہے:

''قرآن شریف کمالات ذاتیہ شیونیہ اصلیہ کا جامع ہے اور رمضان
کمالات صفاتیہ ظلیہ کا جامع ہے، یعنی برکات ذاتی و اصلی قرآن مجید میں
ہیں اور برکات صفاتیہ ظلیہ کا تعلق رمضان سے ہے ۔ حدیث شریف میں
ہے سارے سال کی برکتیں رمضان کے مہینے میں نازل ہوتی ہیں اور اس
ماہ مبارک سے دوسرے مہینوں کو تقسیم کی جاتی ہیں ۔

قرآن شریف کمالات ثمانیہ کا جامع ہے اور رمضان ان کمالات کا نتیجہ ہے اس حقیقت
سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے انوار و برکات ماہ رمضان میں خاص طور پر روزہ داروں کے
قلوب پر نازل ہوتے ہیں ۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ قابلیت اولی یعنی حقیقت محمدیہ
جو ذات کی قابلیت ہے وہ تمام صفات کے باعث ہے، یہ قابلیت تو شان علم کی وجہ سے ہے، بعض
صوفیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبداء فیاض (اللہ تعالیٰ) سے جو فیض ملتا ہے، اس کی قابلیت
آپ کی ذات میں کامل طور پر موجود ہے ۔ لیکن حضرت مجدد الف ثانی کہ یہ فیض شان العلم کے مطابق
ملتا ہے، صفات اور شیونات کے مابین جو فرق ہے وہ نہایت باریک ہے، بعض صوفیہ تو شیونات کے
مراتب تک پہنچے ہی نہیں ہیں بلکہ انہیں صرف صفات تک رسائی ہے ۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ہے کہ حقیقت محمدیہ ''قابلیت ذات بوجہ شان العلم'' ہے جو
آپ کے مرتبہ شہود و شیونات تک رسائی کا ثبوت ہے یعنی انسان حقیقت امکانی اور حقیقت وجوبی کا
جامع ہے، حدیث شریف میں ہے اِنَّ اللہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُورَتِہٖ ۳؎ یہاں یہ بات

۱۔ المائدہ:۱۵ ۲۔ مکتوبات ۳/۷۷ ۳۔ بخاری ۳/۹۱۹

قابل توجہ ہے کہ اسی حدیث پاک کی بنیاد پر اکبر بادشاہ کو اس کے حواریوں نے یہ باور کروایا تھا کہ
اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اُسے اپنی صورت پر پیدا کیا ہے یہاں صورت سے مراد صفات وجوبی ہیں نہ
کہ صفات حقیقی، یہاں صورتہ کی ضمیر اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کی جائے تو وہ اس آیت کے
مطابق نص قطعی کے خلاف ہے کہ لَیسَ کَمِثلِہٖ شَیئٌ ۱؎ یعنی اس کے ساتھیوں نے خوشامد کرتے
ہوئے اُسے آیت نہیں بتائی ۔

فیض کی دو اقسام ہیں (۱) فیض تخلیقی اور (۲) فیض کمالاتی، حضور نبی کریم ﷺ کا مبداء
فیض کمالاتی ہے، دیگر انبیاء کرام کے فیوض مبادی مختلف قسم کے ہیں

اولیاء کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) محمدی المشرب اور غیر محمدی المشرب، محمدی المشرب اولیاء
محبوب بالذات ہوتے ہیں ان کی ولایت حضور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہے، یہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشرب اور مبداء فیض سے فیض یاب ہوتے ہیں اس لیے ان کے مبادی
فیوض ظلال شیونات کے علم ہیں ۔

اولیاء کی دوسری قسم کی ولایت دیگر انبیائے کرام کے زیر قدم ہوتی ہے ان کے مبادی
فیوض ''ظلال صفات ثبوتیہ'' ہیں ۔ ایک طالب جب بشری کدورتوں سے پاک ہو جاتا ہے تو اُسے
تزکیہ نفس'' کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات، شیونات اور ظلال کا مرکز بن جاتا ہے
اور یہ صفات اس کی ذات میں ظاہر ہونے لگتی ہیں،

ترجمہ مکتوب:

اتصاف کی قابلیت جو صفات سے تعلق رکھتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے
درمیان ایک پردہ ہے جو دیگر انبیائے کرام کی حقیقت ہے یہی قابلیت جو ان میں پائی جاتی ہے کے

۱۔ الشوریٰ:۱۱

اعتبارات کئی حقیقتوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، حقیقت محمدی بھی ظلیت رکھتی ہے تاہم صفات کا رنگ اس میں نہیں ملتا، کوئی واسطہ بھی ان کے درمیان حائل نہیں ہوتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبداءِ فیض شانِ علم ہے لیکن دیگر انبیاء کرام کے فیوضات صفات مبادی ہیں، ان کی ذات اور صفات کے درمیان برزخ کی حیثیت رکھتے ہیں، انبیاء کی قابلیتیں حقائق انبیاء کہلاتی ہیں، انبیاء کے حقائق میں تجلیات کا رنگ زیادہ ہے جبکہ حقیقت محمدی بلا واسطہ تجلی ذات سے فیض حاصل کرتی ہے، اولیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے مطابق اس میں سے اپنا حصہ لیتے ہیں۔

حقیقت محمدیہ ذات کا اعتبار ہے جو اصل کی شان ہے، جو مقام ظلیت بھی رکھتی ہے جس کی وجہ برزخیت کا حامل ہونا ہے، یعنی حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) رب کریم کے نور سے تعلق رکھتی ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات ''کیف اور رنگ'' سے پاک ہے۔

ترجمۂ مکتوب:

محمدی مشرب صوفیہ کی حقیقتیں اللہ تعالیٰ کی ذات کی قابلیتوں کے زمرے میں آتی ہیں جو علمی اعتبار کے ساتھ بعض کمالات کے متعلق ہیں، جو قابلیت محمدیہ ذات واجب تعالیٰ اور بہت سی دوسری قابلیتوں کے درمیان پردہ ہے اور ان کا عمل اس لیے ہے کہ ان کا قدم خانہ صفات میں ہے، جس کا عروج اس قابلیت تک ہے۔ لازمی طور پر اس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے، یہ قابلیت ارتفاع نہیں رکھتی اس لیے بعض حضرات نے کہا ہے کہ ان میں قابلیت محمدی ہمیشہ حائل رہتی ہے ورنہ قابلیت محمدیہ کو جو صرف ایک اعتبار ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے ارتفاع ممکن ہے بلکہ یہ ہو بھی چکا ہے، اتصاف بھی ایک اعتبار ہے لیکن برزخیت کے باعث صفات کا رنگ اختیار کر چکا ہے جو خارج میں زاید وجود کے ساتھ موجود ہے، ان کا ارتفاع ناممکن ہو چکا ہے اس لیے لازمی طور پر یہ اتصاف ہمیشہ حائل رہتا ہے''

جن اولیاء کا عروج صفات تک ہوتا ہے وہ حقیقت محمدیہ کو حائل تصور کرتے ہیں اور جن کا عروج صفات سے آگے شیونات تک ہوتا ہے وہ اس کو حائل نہیں سمجھتے کیوں کہ صفات کا وجود خارجی زاید میں موجود ہے رہتا ہے جو کہ حائل ہو جاتا ہے جبکہ شیونات کا خارج میں کوئی وجود نہیں اس لیے وہ حائل نہیں ہوتے، حقیقت محمدیہ کے حائل ہونے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ بعض صوفیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر بھی اللہ تعالیٰ سے واصل ہو جاتے ہیں یہ حقیقت ہے جو راہِ سلوک پر چلنے والے تمام افراد کو معلوم ہے کہ تمام ایمانی اور تصوف کے کمالات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور واسطہ کے بغیر حاصل ہونا ممکن نہیں ہے۔

عارف کہتے ہی اُسے ہیں جو کمالات حقیقت محمدیہ کا مظہر ہو، متابعت کے دو مقامات ہیں اوّل متابعت یعنی اتباع شرع شریف دوم متابعت بمعنی کمالات وعروج کا اخذ کرنا۔

متابعت اوّل میں ہر انسان کے لیے قیامت تک اتباع شرع فرض ہے، متابعت دوم اس وقت تک ہے جب تک ایک حقیقی سالک کو حقیقت محمدیہ حاصل نہیں ہوتی۔

اولیاء، حقیقت محمدیہ کے توسط کے بغیر ذات حق تعالیٰ تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے یہاں یہ رسائی ان کے لیے رکاوٹ نہیں بلکہ واسطہ ہے۔

ترجمۂ مکتوب:

''قطبیت کا مقام جو کہ دقیق علوم کا منشاء ہے، ظلی مقام ہے اور فردیت کا مقام دائرۂ اصل کے معارف کے وارد ہونے کا وسیلہ ہے، ان دونوں مقامات کو حاصل کیے بغیر ظل اور اصل کے درمیان فرق نہیں کیا جا سکتا''

اس مکتوب میں آپ نے قطبیت اور فردیت کے مقامات پر بھی بحث کی ہے۔

وارث نبوت کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

اول کمالات نبوت کے وارث دوم کمالات ولایت کے وارث، اوّل کا تعلق امامت کے

منصب سے ہے اور دوم خلافت کے منصب کے حامل ہوتے ہیں، کمالات امامت کا تعلق معارف ذاتیہ سے ہوتا ہے اور کمالات خلافت تجلیات صفاتیہ سے تعلق رکھتے ہیں، ان دونوں منصبوں کا تعلق دائرہ اصل سے ہے۔

قطب ارشاد اور قطب مدار ظل کا مقام اصل ہے، قطب فرد کا مقام معارف دائرۂ اصل کے وارد ہونے کا واسطہ ہے، قطب ارشاد اور قطب مدار سے قطب فرد کا درجہ بلند ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ امامت کا منصب خلافت کے منصب سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ یہاں اصالت اور ظلیت کا فرق بھی بالکل واضح ہے قطب مدار تکونیہ امور کی انجام دہی کے لیے مقرر ہوتا ہے۔ قطب ارشاد دعوت و ارشاد کے لیے مامور ہوتا ہے، قطب ارشاد ہمیشہ عروج کے مراتب میں رہتا ہے، اگر کبھی وہ نزول کرے اور مخلوق کے درمیان آ کر بیٹھ جائے تو اس کا فیض دیگر اقطاب سے زیادہ ہوتا ہے۔

۱۰اواں ماہانہ درس مکتوبات منعقدہ ۱۰/مارچ ۲۰۱۳ء

مکتوب ۵ پنجم

در سفارشِ خواجہ برہان الدین کہ یکی از مخلصان بود و با بیان بعضے احوال او نیز بہ پیر بزرگوار خود نوشتہ اند عرضداشت احقر الخدمہ آنکہ رسالہ در بیان طریقت حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نوشتہ ارسال داشتہ است بنظر مبارک خواہد در آمد ہنوز مسودہ است خواجہ برہان بسرعت راہی شدند فرجہ بیاض آن نشد محتمل کہ بعضی علوم دیگر ہم بآن ملحق شوند روزے رسالہ سلسلۃ الاحرار بنظر در آمد دران اثنا بخاطر فاتر رسید کہ بایشان عرضداشت بکنم تا خود چیزے درباب بعضی علوم آن رسالہ بنویسند یا بفقیر امر کنند تا چیزے دران باب بنویسد این خاطر خیلے قوی گشت متصل آن بعضے از علوم این مسودہ فائض گشتند و فی الجملہ مناسبت بعضی علوم آن رسالہ در ضمن آن مبین گشت اگر ہمین مسودہ را تکملۂ آن رسالہ سازند گنجائش دارد و اگر بعضے علوم مناسبہ را ازان انتخاب نمودہ بآن رسالہ ملحق سازند ہم وجہی دارد زیادت جرأت از ادب دور است خواجہ برہان درین مدت کار خوب کردند و از سیر سیوم کہ مناسب مقام جذبہ است نیز نصیبے یافتند خاطر بواسطہ مہم مددِ معاش صوبہ مالوہ متشوش وقت میشد در ملازمت رسیدہ اند ہر چہ امر خواہند فرمود مبارک خواہد بود

ترجمہ:

مخلص یاروں میں سے ایک مخلص یار خواجہ بُرھان الدین کی سفارش اور اس کے احوال کے بیان میں یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔

حضور کا فقیر خادم عرض کرتا ہے کہ ایک رسالہ حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس سرہم کی طریقت کے بیان میں لکھ کر ارسالِ خدمت کیا ہے اُمید ہے کہ حضور کی نظر مبارک میں آئے گا، ابھی مسودہ ہی ہے، چونکہ خواجہ برھان جلدی روانہ ہو گئے اس واسطے صحیح نقل کرنے کی فرصت نہ مل سکی۔

خاکسار کا خیال ہے کہ اس رسالہ کے ساتھ کچھ اور علوم بھی ملائے جائیں، ایک دن رسالہ سلسلۃ الاحرار نظر سے گذرا اُسی وقت دل میں خیال آیا کہ حضور سے عرض کروں کہ حضور اس رسالہ کے بعض علوم کے بارہ میں کچھ لکھیں یا اس فقیر کو امر کریں تا کہ اس کے بارہ میں کچھ لکھے۔ یہ ارادہ نہایت پختہ ہو گیا تھا کہ اسی اثنا میں اس مسودہ کے بعض علوم فائض ہوئے اور مجمل طور پر اس رسالہ یعنی سلسلۃ الاحرار کے بعض علوم مسودہ کے ضمن میں بیان کیے گئے۔ اگر اس مسودہ کو اس رسالہ کے ساتھ ملا لیں تو بھی مناسب ہے، زیادہ دلیری ادب سے دور ہے۔

خواجہ برھان نے اس مُدّت میں اچھا کام کیا ہے اور تیسری سیر سے بھی جو مقام جذبہ کے مناسب ہے حصہ پالیا ہے۔ خواجہ برھان کا دل صوبہ مالوہ بھار کی مدد معاش کی وجہ سے پریشان رہتا تھا، اس واسطے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے، جس طرح فرمائیں گے اس کے لیے مبارک ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوب نمبر۵ (جلد اوّل)

آپ کا یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے حضور ایک عریضہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

آپ لکھتے ہیں:

''حضرت کا کمترین خادم عرض کرتا ہے کہ ایک رسالہ حضرت خواجگان نقشبندیہ قدس اسرارھم تالیف کر کے آپ کی خدمت میں ارسال کیا ہے جو کہ آپ کی نظر مبارک سے گذرے گا یہ رسالہ ابھی تک مسودہ کی حالت میں ہے، چونکہ یہ مسودہ لے جانے والے خواجہ برہان کو جانے میں بہت جلدی تھی اس لیے یہ مسودہ سے مبیضہ کی شکل اختیار نہیں کر سکا، اس رسالہ میں ابھی دیگر علوم بھی شامل کیے جائیں گے۔''

حضرت مجدد الف ثانی نے ایک رسالہ خواجگان نقشبندیہ کے طریقت کے اصول وضوابط کے موضوع پر تالیف کر کے اپنے مرشد گرامی حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں بھیجا تھا، یہ رسالہ شائع نہیں ہوا، اس کے خطی یورپ کی لائبریریوں میں پائے جاتے ہیں بعد میں حضرت مجدد الف ثانی نے اس میں اضافات کیے تھے، اس رسالہ کے بعض مطالب حضرت خواجہ نے اپنی رباعیات کی جو شرح لکھی تھی کے آخر میں بطور تعلیقات بھی شامل ہیں، جو شائع ہو چکی ہے

حضرت مجدد الف ثانی مزید لکھتے ہیں:

ایک روز رسلسلۃ الاحرار میری نظر سے گذرا اس وقت دل میں خیال آیا کہ جناب کی خدمت میں عرض کروں کہ حضور اس رسالہ کے بعض علوم کے بارے میں کچھ لکھیں یا اس فقیر کو حکم دیں تکہ اس کے بارے میں کچھ

لکھے، یہ ارادہ اس وقت پختہ ہوگیا، اسی دوران میرے اس مسودے کے
بعض علوم مجھ پر فائز ہوئے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے اپنی رباعیات میں سے بعض رباعیات کی خود شرح لکھی تھی، آپ نے یہ شرح دہلی میں ۱۰۰۷ھ کو تالیف کی یعنی حضرت مجدد الف ثانی کے آپ سے بیعت ہونے سے ایک سال پہلے آپ یہ شرح لکھ چکے تھے۔ آپ نے ایک ہی نشست میں اس شرح کی تاریخ تالیف (۱۰۰۷ھ) کے لیے ۱۹ مادے املا کروائے، یہ مادے مطبوعہ رسالہ میں موجود ہیں۔

حضرت خواجہ ایک پرگو شاعر تھے آپ باقی تخلص کرتے تھے آپ کے کلیات میں آپ کی تمام منظومات شامل ہیں۔

آپ کو نوعمری سے ہی شاعری سے لگاؤ تھا آپ کی ایک مثنوی کا عنوان ہے قبل از درویش سرودہ شدہ جس میں ۱۳۸/ اشعار ہیں، آپ کو دو ایسے بزرگوں کی صحبت بھی میسر رہی جو با قاعدہ شعر کا ذوق رکھتے تھے۔ اوّل مولانا محمد صادق حلوائی (ف ۱۰۰۷ھ) جن کی خدمت میں رہ کر آپ نے علوم ظاہری کی تحصیل کی تھی وہ صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ (منتخب التواریخ: ۳/ ۱۷۵-۱۷۶)

دوسری اہم شخصیت مولانا آکہ شبر غانی مخلص بہ ابن یمین (ف ۱۰۰۵ھ) تھے کا جن کا دیوان اور مثنویات مشہور ہیں گویا ان حضرات کی صحبت نے بھی آپ کے ذوق کو جلا بخشی، پھر اس دور کا ترکستان اور ہندوستان کا ادبی و علمی ماحول ایسا تھا جس کی فضا میں ادبیات رچی بسی تھیں۔

جب اپنے کاغذات میں حضرت مجدد الف ثانی کو آپ کی اس شرح کا نسخہ ملا تو آپ نے اس دیکھنے کے بعد فرمایا کہ آپ اس کے بعض مندرجات کے بارے میں کچھ لکھیں، املا کروائیں یا مجھے امر فرمائیں کہ میں کچھ اس پر لکھوں۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ نے آپ کو حکم فرمایا تھا کہ اس پر کچھ لکھو تو آپ نے اس شرح پر تعلیقات و توضیحات تحریر کیں۔

اس کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ خود حضرت خواجہؒ نے لکھا ہے کہ یہ رباعیات اور اس

کی شرح ہم سے خوب واقع نہیں ہوئی ہے، آپ نے اپنے ملفوظات میں اس طرف اشارہ فرمایا کہ اس میں ہم نے وحدت الوجود کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ خوب واقع نہیں ہوا ہے، فرماتے ہیں:

''بجہت رعایت ظاہر شریعت ازیں تصنیف خود سخن وحدت وجود در آں جا
بخوب ترین تدقیقات مبین است ناراضی بودند می فرمودند از ما ایں تصنیف
خوب واقع نہ شدہ''

اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ مجھ پر یہ بھی منکشف ہوا ہے کہ وحدت الوجود سے آگے ایک راستہ ہے، جو بہت وسیع ہے اور توحید (وحدت الوجود) کا راستہ تنگ ہے، فرماتے ہیں:

می فرمودند کہ محقق شد کہ ورای طریق توحید راہی است وسیع و راہِ توحید
نسبت بآں شاہراہ کوچۂ تنگی بیش نیست [۱]

حضرت مجدد الف ثانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

از فضائل پناہی عبدالحق کی از مخلصان حضرت ما است نقل کروند کہ حضرت
خواجہ قبل ایام رحلت فرمودند کہ مارا بعین یقین معلوم شدہ است کہ توحید
کوچۂ تنگ است، شاہراہ دیگر است [۲]

یعنی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جو حضرت خواجہ کے خلیفہ خاص تھے سے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ مجھے کامل یقین سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وحدت الوجود ایک تنگ راستہ ہے اور شاہراہ اس سے آگے ہے یعنی وحدت الشہود کی شاہراہ اس سے آگے ہے۔

حضرت خواجہؒ کو ابھی وحدت الشہود کے انکشافات کا موقع میسر نہیں آیا تھا کہ آپ کا وصال ہوگیا، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ ملفوظات، مشمولہ کلیات ۶۴　　۲۔ رسالہ تعلیقات بر شرح رباعیات ۲۴۸

معرفت پناہی قبلہ گاہی حضرت خواجۂ ما (باقی باللہ) قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ خود
کچھ عرصہ توحید وجودی کے مشرب میں رہے اور آپ نے اپنے رسائل و
مکتوبات میں اس کا اظہار بھی فرمایا، لیکن آخر کار حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی
کمال عنایت سے آپ کو اس مقام سے ترقی دے کر شاہراہ پر پہنچا دیا اور
اس معرفت (وحدت الوجود) تنگ سے خلاصی عطا فرمائی، آپ کے
ایک مخلص میاں شیخ عبدالحق سے آپ نے مرض موت سے صرف ایک
ہفتہ پہلے فرمایا تھا کہ مجھے عین الیقین سے معلوم ہوگیا ہے کہ وحدت
الوجود ایک تنگ راستہ ہے شاہراہ اس سے آگے ہے۔...... یہ حقیر (مجدد
الف ثانی) بھی کچھ عرصہ آپ کی خدمت میں وحدت الوجود کے مشرب
کے ساتھ سلوک کی منازل طے کرتا رہا تھا اور اس کی تائید سے مقدمات کا
کشف بھی حاصل ہوا تھا پھر خداوند کریم کے فضل سے اس مقام سے گذر
کر جو میں مقام چاہتا تھا حاصل ہوگیا۔[1]

زبدۃ المقامات میں ہے کہ حضرت خواجہ اپنی انگلی مبارک کے اشارہ سے فرمایا کرتے تھے
کہ اس جوان کہ وجہ سے ہم پر وحدت الشہود کا انکشاف ہوا ہے۔[2]

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے شیخ کے حضور جو عریضے لکھے ہیں ان میں بھی بتدریج اس
امر کی طرف آپ کے رجحان کا اندازہ ہوتا ہے ایک مکتوب میں آپ لکھتے ہیں کہ میں نے متقدمین کی
بیشتر کتب کا مطالعہ کیا ہے لیکن مجھے اپنی فکری ہم آہنگی حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی میں محسوس ہوئی
ہے، فرماتے ہیں:

احوالِ مشائخ متقدمین پیشتر مرغوب ست کتب حقائق ومعارف علی الخصوص

۱۔مکتوبات ۱/۴۳/۱۱۴   ۲۔زبدۃ المقامات، ص:۱۵۵

سخنان توحید وتنزیہات مراتب رانمی تواند مطالعہ کرد، خود را دریں باب
بحضرت شیخ علاء الدولہ بسیار مناسبت می باشد ودر ذوق وحال دریں مسئلہ
بشیخ مشارالیہ متفق است۔[1]

حضرت شیخ سمنانی (ف: ۷۳۶ھ/۱۳۳۶ء) نے وحدت الشہود پر بہت غور فکر فرما کر
اس نظریہ کو جس کے آثار صوفیہ کے مکاشفات میں موجود تھے، دریافت کیا اور اسے ترقی دے کر
باقاعدہ تحریری صورت میں اس کے بیانات پر مباحث کیے ہیں، یہ بھی روایت ہے کہ شیخ سمنانی نے
اپنے مریدین کی ایک جماعت اس کی وضاحت اور تبلیغ کے لیے مختلف مسلم ممالک میں بھیجی، اس
جماعت کے نمائندے ہندوستان بھی آئے مختلف خانقاہوں میں گئے، شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کی
خدمت میں بھی حاضر ہوئے انہوں نے اس کے معاملات سے اتفاق کیا، شیخ منیری نے اپنے
مکتوبات میں بھی وحدت الشہود کی طرف اشارات کیے ہیں۔[2]

لیکن خود حضرت خواجہ کو ابھی ان امور پر کشفی تحقیق کرنا تھی کہ آپ کا وصال (۱۰۱۲ھ)
ہوگیا، آپ کے خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی نے جب اس امر پر تحقیق شروع کی تو حضرت خواجہ کے
خلفاء نے آپ کا ساتھ دینے کی بجائے اس سے اختلاف کیا اور دیگر امور بھی زیر بحث رہے، جن کے
باعث آپ حضرت خواجہ کی خانقاہ میں نہ جا سکے اور نہ ہی آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے کم سنے
بچوں کی تربیت کر سکے بلکہ ان کے جوان ہونے پر ان کو تکمیل کے لیے سرہند بلایا اور وہاں انہیں سلوک
کی تعلیم دے کر خلافت سے نوازا تو دونوں مخدوم زادے آپ کے خلفائے کی حیثیت سے آپ کی
خانقاہ میں دہلی آکر مصروف دعوت وارشاد ہوئے۔

ان رباعیات کی شرح جو آپ نے لکھی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جا بجا ان کے
بارے میں اشارات فرمائے تھے جنہیں آپ نے اپنے معارف کے ساتھ اس شرح میں درج کر کے

۱۔مکتوبات ۱/۱۱/۲۷   ۲۔مکتوبات شیخ شرف الدین، مکتوبات شیخ اشرف جہانگیر سمنانی

ان علوم و معارف کو شرع سے تطبیق دے دی تھی او آپ کے حضور اس کی اطلاع بھی عرضداشت کے طور پر کر دی تھی، آپ نے مزید تین رباعیات کی شرح بھی لکھ کر وحدت الوجود اور شہود کی ایسی تطبیق کی کہ ان کے حقائق کی توضیحات جو مشکل پیرانہ بیان میں تھیں سمجھ آنے لگیں۔

آخر میں آپ نے حضرت خواجہ کے ایک مرید خواجہ برہان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے آپ کی توجہ سے سیر عن اللہ باللہ میں قدم رکھا ہے اور انہیں ترقی ہو رہی ہے، یہ سیر صوفیہ کے اسفار اربعہ کی تیسری منزل ہے جیسا کہ اپ نے اپنے مکتوبات میں اس کی وضاحت فرمائی ہے (مکتوبات ۱/۷/۱۳) لیکن ان کی سیر ابھی باقی ہے، ان کی ان امور پر توجہ رہی تو جلد ہی باقی مرحلے بھی طے کر لیں گے۔

۱۱۱واں ماہانہ درس مکتوبات منعقدہ ۱۴/ اپریل ۲۰۱۳ء

مکتوبِ ششم

دربیانِ حصولِ جذبہ و سلوک و تربیت یافتن بہر دو صفتِ جمال و جلال و بیانِ فنا و بقا و ما یتعلق بذٰلک و بیانِ فوقیتِ نسبتِ نقشبندیہ نیز بہ پیرِ بزرگوارِ خود نوشتہ اند عرضداشت

کمترینِ بندگان احمد آنکہ مرشد علی الاطلاق جل شانہٗ بہ برکتِ توجہ عالی بہر دو طریق جذبہ و سلوک

حق سبحانہ و تعالیٰ ادی علے الاطلاق ۱۲

در المعرفت

تربیت فرمودو بہرو وصفت جمال وجلال مربیٔ ساخت حالا جمال عینِ جلال است وجلال عینِ جمال در بعضی حواشی رسالۂ قدسیہ این عبارت را از مفہوم صریح خود منحرف ساختہ بر مفہوم موہوم خود حمل کردہ است و عبارت محمول بر ظاہر خود است قابلِ انحراف وتاویل نیست وعلامتِ این تربیت متحقق شدن است بمحبتِ ذاتی پیش از تحقق آن امکان ندارد ومحبتِ ذاتیہ علامتِ فنااست وفنا عبارت از نسیان ماسوا است پس تا زمانیکہ علوم تمام از ساحت سینہ رفتہ نشود وبجہلِ مطلق متحقق نشود از فنا بہرہ ندارد واین حیرت وجہل دائمی است امکانِ زوال ندارد نہ آنست کہ گاہے حاصل شود وگاہے زائل گردد غایتہ ما فی الباب پیش از بقا جہالتِ محض است وبعد از بقا جہالت وعلم باہم جمع اند در عینِ نادانی بہ شعور است ودر عینِ حیرت بحضور کہ این موطنِ حق الیقین است کہ علم وعینِ حجاب یکدیگر نیستند وعلمی کہ پیش از چنین جہالت حاصل شود از حیز اعتبار خارج است باوجود آن اگر علم است در خود است واگر شہود است ہم در خود واگر معرفت است یا حیرت نیز در خود است تا زمانیکہ نظر در بیرون است بی حاصل است اگرچہ در خود ہم نظر داشتہ باشند نظر از بیرون بالکل منقطع بباید کہ شود حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ سرہٗ میفرمایند کہ اہل اللہ بعد از فنا وبقا ہر چہ مے بینند در خود می بینند وہر چہ مے شناسند در خود مے شناسند وحیرتِ ایشان در وجودِ خود است ازینجا ہم صریحاً مفہوم مے شود کہ شہود ومعرفت وحیرت در نفس است وبس در بیرون ہیچکدام ازینہا نیست تا زمانیکہ یکے ازین ثلثہ در بیرون است اگرچہ در خود ہم دارد از فنا بہرہ ندارد فکیف البقا نہایتِ مرتبہ در فنا وبقا این است واین فنا مطلق است ومطلق فنا تمام است وبقا باندازۂ فنا است لہذا بعضے اہل اللہ بعد از تحقق بفنا وبقا در بیرون نیز شہود دارند اما نسبتِ این عزیزان فوق ہمہ نسبتہا است

نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

در المعرفت

تواضع ظاہر با خلق بود بحقیقت با حق سبحانہ باشد و ایشان از مظاہر آثار قدرت وحکمت بینند . وفات حضرت خواجہ علاؤ الدین قدس سرہ بعد از نماز خفتن شب چہار شنبہ بستم رجب سنہ ۸۰۲

ہر گاہ از اکابر این سلسلہ بعد از قرون بسیار یکے یا دوئی را باین نسبت مشرف سازند از سلاسل دیگر چہ گوید این نسبت حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی است قدس سرہ ومتمم ومکمل آن حضرت خواجۂ خواجہا است اعنی حضرت خواجہ بہاء الدین المعروف بہ نقشبند قدس سرہم واز خلفاء ایشان حضرت خواجہ علاؤ الدین باین دولت مشرف شدہ بودند این کار دولت اکنون تا کرا رسد عجب کاریست اولاً ہر بلا ومصیبت کہ واقع میشد باعث سرور وفرحت میشد وہل من مزید میگفت وہر چہ از متنعمِ دنیویہ کم میشد خوش می آمد واین قسم را آرزو میکرد حالا کہ بعالمِ اسباب فرود آوردند ونظر بر عجز وافتقار خود افتاد اگر اندک ضررے لاحق میشود در اول وہلہ نوعی از حزن رو میداد ہر چند بسرعت زائل میشود وہیچ نمے ماند وہمچنین اگر دعائے کرد از برائے دفع بلا ومصیبت مقصود از وے دفع آن بود بلکہ امتثالِ امرِ ادعونی بود حالا مقصود از دعا رفع بلیہ ومصائب است وخوف وحزنیکہ زائل شدہ بودند باز رجوع کردند ومعلوم شد کہ آن از سکر بود ودر صحو ہرچہ عوام الناس راہست این راہست از عجز وافتقار وخوف وحزن وغم وشادی ودر ابتدا اہم کہ مقصود از دعا رفع بلا نبود دل را این معنے خوش نمی آمد لیکن حال غالب بود بخاطر میگذشت کہ دعاء انبیاء ازین قبیل نبود کہ حصولِ مراد بخواہند حالا کہ بآن حالت مشرف ساختند وحقیقتِ کار را واضح گردانیدند معلوم شد کہ دعاہاء انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات از سرِ عجز وافتقار وخوف وحزن بود نہ بمجرد امتثالِ امر بعضے امور کہ رومیدہد بجبلّ امر گاہ گاہ بعرض آن گستاخی مے نماید

ترجمہ:

جذبہ سلوک کے حاصل ہونے اور جلالی و جمالی دونوں صفتوں کے ساتھ تربیت پانے اور فنا اور ان متعلقات اور نسبت نقشبندیہ کی فوقیت کے بیان میں، یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے

حضور کا کمترین خادم احمد عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی توجہ عالی کی برکت سے جذبہ اور سلوک کے دونوں طریقوں اور جلال و جمال کی دونوں صفتوں سے تربیت فرمائی، اب جمال عین جلال ہے اور جلال عین جمال۔

رسالہ قدسیہ کے بعض حاشیوں مین اس عبارت کو اپنے ظاہری مفہوم سے پھیر کر اپنے وہمی مفہوم پر حمل کیا ہے حالانکہ عبارت اپنے ظاہر پر محمول ہے تغیر و تاویل کے قابل نہیں ہے اور اس تربیت کی علامت محبت ذاتی سے متحقق ہونا ہے، اس تحقق سے پہلے ممکن نہیں اور محبت ذاتی فنا کی علامت ہے اور فنا سے مُراد ماسوے اللہ کا فراموش ہو جانا ہے۔

پس جب تک علوم پورے طور پر سینہ کے میدان سے صاف نہ ہو جائیں اور جہل مطلق کے ساتھ متحقق نہ ہو جائیں فنا کا کچھ حصہ حاصل نہیں ہوتا اور یہ حیرت و جہل دائمی ہے، اس کا زائل ہونا ممکن نہیں، ایسا نہیں کہ کبھی ہو جائے اور کبھی زائل ہو جائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بقا سے پہلے جہالت محض ہے اور بقا کے بعد جہالت اور علم دونوں اکٹھے ہیں، عین نادانی کی حالت میں شعور میں ہے اور عین حیرت کے وقت حضور میں کہ یہی مقام مرتبہ حق الیقین کا ہے، جہاں علم و عین ایک دوسرے کے حجاب نہیں ہیں اور وہ علم جو ایسی جہالت سے پہلے حاصل ہوتا ہے احاطہ اعتبار سے خارج ہے، اس حالت کے باوجود اگر علم ہے تو اپنے آپ میں ہے اور اگر شہود ہے تو وہ بھی اپنے آپ میں ہے جب تک نظر باہر میں ہے بے حاصل ہے اگر چہ اپنے آپ ہی میں نظر رکھی ہو، نظر باہر سے بالکل منقطع ہو جانی چاہیے۔

حضرت خواجہ بزرگ یعنی خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرۂ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے آپ میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں آپ میں پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت اپنے وجود میں ہی ہے۔

یہاں صاف طور پر مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ شہود اور معرفت اور حیرت صرف اپنے نفس میں ہے۔ ان میں سے کوئی بھی باہر میں نہیں ہے۔ جب تک ان تینوں میں سے ایک بھی باہر میں ہے اگر چہ اپنے آپ میں رکھتا ہو، فنا حاصل نہیں ہوتی تو بقا کیسے حاصل ہو جائیگی۔ فنا و بقا میں نہایت مرتبہ یہی ہے اور یہ فنا مطلق ہے اور مطلق فنا عام ہے اور بقا فنا کے اندازہ کے موافق ہے اسی واسطے بعض اہل اللہ فنا و بقا کے ساتھ متحقق ہونے کے بعد باہر میں بھی شہود رکھتے ہیں لیکن ان عزیزوں یعنی مشائخ نقشبند قدس سرہم کی نسبت تمام نسبتوں سے برتر ہے۔

نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند   نہ ہر کہ سر تبرا شد قلندری داند

ترجمہ:

کوئی آئینہ گر رکھے سکندر بن نہیں جاتا
مُنڈائے سر اگر کوئی قلندر بن نہیں جاتا

جب اس سلسلہ کے بڑے بڑے مشائخ میں سے ایک یا دو کو بہت سے قرنوں کے بعد اس نسبت سے مشرف کرتے ہیں تو دوسرے سلسلوں کی نسبت کا بیان کیا جاوے۔

یہ نسبت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرۂ کی ہے اور اس نسبت کو کامل اور پورا کرنے والے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرۂ ہیں اور ان کے خلیفوں میں سے حضرت خواجہ علاء الدین قدس سرۂ اس دولت سے مشرف ہوئے تھے۔

ایں کار دولت است اکنوں کرا دہند

ترجمہ: ع

بڑی اعلیٰ ہے یہ دولت ملے اب دیکھئے کس کو

عجب معاملہ ہے کہ پہلے جو بلا و مصیبت واقع ہوتی تھی فرحت وخوشی کا باعث ہوتی تھی اور ھَل مِن مزید کہتا تھا اور جو کچھ دنیاوی اسباب سے کم ہوتا تھا اچھا معلوم ہوتا تھا اور اسی قسم کی خواہش کرتا تھا اب جب کہ عالم اسباب میں لائے ہیں اور پنی عاجزی اور محتاجی پر نظر پڑی ہے اگر تھوڑا سا بھی ضرر لاحق ہوجاتا ہے تو پہلے ہی صدمہ میں ایک قسم کا غم پیدا ہوجاتا ہے۔ اگر چہ جلدی دُور ہوجاتا ہے اور کچھ نہیں رہتا ہے اور ایسے ہی پہلے اگر بلا و مصیبت کے دفع کرنے کے لیے دُعا کرتا تھا تو اس سے اس کا رفع کرنا مقصود نہ ہوتا تھا بلکہ امر اُدعُونی کی تابعداری مقصود ہوتی تھی لیکن اب دُعا سے مقصود بلاو مصیبت کا رفع کرنا ہے اور وہ خوف وحزن جو زائل ہوگئے ہوئے تھے، اب پھر رجُوع کر آئے ہیں اور معلوم ہوا کہ وہ حال سُکر کی وجہ سے تھا۔ صحو کی حالت میں عجز اور محتاجی اور خوف وحزن اور غم وشادی جیسے عام لوگوں کو لاحق ہے ویسے ہی اس خاکسار کو بھی لاحق ہے۔ ابتدا میں بھی جب کہ دعا سے بلا کا رفع کرنا مقصود نہ تھا۔ یہ بات دل کو اچھی نہ لگتی تھی لیکن حال غالب تھا۔ دل میں گذرتا تھا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دُعا اس قسم کی نہ تھی کہ جس سے اپنی مراد کا حاصل ہونا مقصود ہو۔ اب جب کہ فقیر اس حالت سے مشرف ہوا اور حقیقت کار ظاہر ہوئی تو معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں عجز اور حاجت مندی اور خوف وحزن کے سبب سے تھیں نہ کہ مطلق امر کی تابعداری کے لیے بعض امور جو ظاہر ہوتے ہیں حکم کے موافق کبھی کبھی ان کے عرض کرنے میں گستاخی کرتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوب نمبر ۶ (جلد اوّل)

حضرت مجدد الف ثانی کا یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک عریضہ ہے، جس کے آغاز میں آپ نے عرض کیا ہے:

> جناب کا خادم عرض کرتا ہے کہ کامل طور پر ہدایت دینے والے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ کی برکت سے جذبہ سلوک کے دونوں طریقوں یعنی جمال اور جلال سے اس فقیر کی تربیت کی ہے رب جمال عین جلال ہے اور جلال عین جمال ہے۔''

اس مکتوب میں آپ نے حضرت خواجہ کو لکھا کہ آپ کی توجہ کی برکت سے مجھے جذبہ سلوک کے دونوں طریقوں یعنی جمال اور جلال سے ہو رہی ہے جو ایک بڑی نعمت ہے۔

جذبۂ سلوک میں انفسی سیر کا نام ہے اور شیخ کی توجہ سے ایک سالک کے عالم امر کے لطائف کا تزکیہ ہوجاتا ہے اور وہ فنا حاصل کرلیتا ہے اسے جذب کی کیفیت کا نام دیا جاتا ہے۔

نقشبندی حضرات جذبہ کو سلوک پر ترجیح دیتے ہیں، شیخ کی توجہ سے فیض یاب ہونے والے صوفی کو مجذوب کہتے ہیں جو پابند شرع سالک ہوتا ہے، صوفیہ نے جذبہ کی دو قسمیں بتائی ہیں۔

۱۔ جذبۂ ہدایت ۲۔ جذبہ نہایت

جذبہ ہدایت، وہ جذبہ ہے جو سالک پر ابتدائی طور پر وارد ہوتا ہے اور جذبہ نہایت کو حقیقی اور اصل جذبہ کہتے ہیں۔ جذبۂ ہدایت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی اسی نسبت کا خاصہ ہے، ''اندراج النہایت فی البدایت'' نقشبندی بزرگوں کی اصطلاح کا یہی مطلب ہے۔

ایک طالب جب تزکیۂ نفس حاصل کرلیتا ہے تو اُسے معرفت کا نام دیا جاتا ہے، یہاں جمال اور جلال دونوں صفات کے ساتھ اس کی تربیت ہوتی ہے، پھر وہ مقام بھی آتا ہے کہ ایک

سالک کو دونوں مقام یکساں معلوم ہوتے ہیں اور اس کی توجہ محبوب حقیقی کی طرف مبذول رہتی ہے۔

حضرت خواجہ حسام الدین احمد جب اکبر بادشاہ کی ملازمت ترک کر کے حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں سلوک کی تعلیم کے لیے حاضر ہوئے تھے تو آپ نے ان کے تربیت جلالی طریقہ پر کی تھی، ظاہری طور پر ہے آپ ان کو اپنے در سے نکال دیتے اور طرح طرح کی سختیاں کرتے تھے لیکن بالآخر ان پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا اور وہ اس کیفیت سے نکل آئے تو جذبوں کے دونوں حصوں یعنی جلال اور جمال کا ایسا مشاہدہ کیا کہ ان کا مشترکہ فیض ان کو ہونے لگا جس پر موصوف تاحیات روحانی مسرت سے مسرور رہے [1] اس سے آگے حضرت مجدد الف ثانی عرض کرتے ہیں:

رسالہ قدسیہ کے بعض حواشی پر حاشیہ نگار نے متن سے مختلف تاویل کرنے کی کوشش کی ہے جو کسی طرح بھی درست اور متن سے مطابقت نہیں رکھتی...... اس رسالہ کے شارح نے اس کے ظاہری مفہوم کی بجائے اپنے خیال کے مطابق تشریح کی ہے جو اس لیے درست نہیں ہے کہ طالبوں کو جب انہیں محبت ذاتی کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے تو محبوب کا انعام اور دکھ برابر نظر آنے لگتے ہیں۔

رسالہ قدسیہ حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری کی تالیف ہے اور سلسلۂ نقشبندیہ کے موسس حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری کے ملفوظات اس میں جمع کیے گئے ہیں یہ رسالہ اس سلسلہ کے طالبوں کے لیے ایک لائحہ عمل ہے اور اس کی بنیاد پر سلوک کی مشق کی جاتی ہے۔ اس کے دو جدید ایڈیشن ہیں۔ اوّل مطبوعہ تہران مرتبہ احمد طاہری عراقی دوم مطبوعہ مرکز تحقیقات فارسی اسلام آباد، پاکستان، اوّل الذکر ایڈیشن پر محقق نے بہت عمدہ اور مفصل مقدمہ لکھا ہے اور حواشی بھی خوب ہیں، اس کے جامع حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری حرمین الشریفین جا بسے تھے جہاں مدینہ منورہ میں ان کا ۸۲۲ھ کو وصال ہوا، آپ کے اس رسالہ اور آپ کی تالیف فصل الخطاب کو روحانی دنیا میں بڑی شہرت حاصل ہوئی، فصل الخطاب، کشف المحجوب کی طرح تصوف کے عمومی مسائل پر اہم ترین کتاب شمار کی گئی، نویں

ا۔ زاد المعاد، زیر طبع

صدی ہجری میں ہی اس کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا [1] جس سے اہل عرب سلسلۂ نقشبندیہ سے متعارف ہوئے، پھر حضرت خواجہ محمد پارسا نے کئی رسائل عربی میں تالیف کیے جن کی بہت شہرت ہوئی اور اہل عرب اس سلسلہ میں کثرت سے داخل ہوئے۔

۱۲ واں ماہانہ درس مکتوبات منعقدہ ۱۲/مئی ۲۰۱۳ء

مکتوب کا آخری حصہ:

سالک کو جب عالم امر کی طرف عروج ہوتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی جمالی اور جلالی صفات کا پرتو ہونے لگتا ہے تو وہ فنا فی الصفات ہو جاتا ہے اس مقام پر اُسے تزکیۂ نفس حاصل ہوتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ کی محبت ذاتی کا مرتبہ مل جاتا ہے، یہاں جلال و جمال دونوں صفات متحد ہو کر سالک کو مساوی لطف روحانی مہیا کرتی ہیں۔ اس طرح ایک طالب انعام اور عتاب سے بے نیاز ہو جاتا ہے، وہ یہاں رحمت اور زحمت دونوں کو خدا کی عطا جان کر قبول کرتا ہے، یہاں اُسے یہ مقام بھی حاصل ہو جاتا ہے کہ اس کی نظر صرف محبوب پر ہی پڑتی ہے۔ یہ منزل دراصل محبت ذاتیہ ہے اور یہی کیفیت دراصل فنا کی علامت ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے نزدیک یہی فنا ہے یعنی جمال اور جلال کا اتحاد۔ اسے ہی نسیان ماسوا اللہ کہا جاتا ہے۔

یہ وہ مقام ہے جسے صوفیہ حیرت وجہل کہتے ہیں یعنی یہاں ایک طالب محبوب حقیقی کے مشاہدہ میں ڈوب جاتا ہے، محبوب کے سوا اس کی نظر سے سب کچھ پوشیدہ ہو جاتا ہے پھر وہ مرتبہ احدیت میں محو ہو کر تجلی اسم ذات کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس مقام پر اُسے حیرت نصیب ہوتی ہے یہیں اولیاء فنائے مطلق کے مرتبہ پر فائز ہوتے نظر آتے ہیں، یہیں بعض بزرگوں سے ایسے کلمات سرزد ہوتے ہیں جو شطحیات کے زمرے میں آتے ہیں مثلاً انا الحق، مااعظم شانی، لیس فی جبتی سوا اللہ

ا۔ امیر بادشاہ محمد بخاری نزیل مکہ مکرمہ نے ۹۸۷ھ کو کیا تھا، جس کا قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں ہے۔

ان اقوال کی تعبیر ہو سکتی ہے۔

یقین کے تین مراتب ہیں، علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین۔

علم الیقین میں اللہ کریم کی ان نشانیوں کا مشاہدہ ہوتا ہے جو اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں، عین الیقین، حق تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ذات اور حضور کے حاصل ہونے کا نام عین الیقین ہے چونکہ یہ سالک کے اپنے نفس میں ہوتا ہے اس لیے کہا جاتا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ا؎ اس میں ایک سالک کو فنائے مطلق کا مقام حاصل ہو جاتا ہے، تیسرا مرتبہ حق الیقین ہے جو پہلے دونوں مرتبوں سے بلند ہے، ایک طالب فنا کے بعد بقا باللہ کے مرتبہ سے مشرف ہوتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں کہا جاتا ہے کہ سالک بی یَسمَعُ و بی یُبصِرُ یعنی وہ مجھ سے سنتا ہے اور مجھ سے دیکھتا ہے، اس کے بعد عارف سکر کی حالت سے صحو کی طرف جاتا ہے، اس حالت میں وہ عین مشاہدہ کی حالت میں ہوتا ہے جو فنا کے بعد بقا باللہ کا مرتبہ ہے یعنی مرتبہ حق الیقین ہے، ان مراتب کی تکمیل کے بعد ایک سالک مراتب نزول کی طرف جاتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی اس سے آگے لکھتے ہیں:

> یہ جہالت کی ایک حالت تھی جو اعتبار کے لائق نہیں ہے اس میں اگر علم ہے، شہود ہے، معرفت یا حیرت ہے تو وہ اپنے آپ میں ہی ہے یعنی اس وقت ایک سالک کی نظر تمام بیرونی چیزوں سے منقطع ہو جانی چاہیے۔
>
> حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند فرماتے ہیں ''اہل اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ مشاہدہ کرتے ہیں وہ اپنے آپ میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں وہ اپنے آپ میں پہچانتے ہیں اور یہ حیرت تو ان کے اپنے وجود ہے۔

ا۔ مرقاۃ ۱/۱۵۰

تشریح:

یہاں یہ واضح رہے کہ ذات حق تعالیٰ کے علم سے مراد عالم وجوب کا مشاہدہ ہے یعنی رویت قلبی، حدیث میں **لا تفکر فی الخال** ا؎ میں جس تفکر سے منع کیا گیا ہے وہ تفکر فی الذات ہے جب ایک سالک فنا و بقا کی منازل طے کر لیتا ہے تو وہ تفکر بے کیف کے مرتبہ سے نوازا جاتا ہے۔ یہ روح کا مرتبہ ہے، جہاں انہیں رب کریم کے مشاہدہ کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ عارف حق الیقین کے مرتبہ میں پوری نادانی میں کامل شعور رکھتا ہے اور وہ عین حیرت میں حضور کے ساتھ ہوتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ طالب نفس کے اعتبار سے باشعور ہوتا ہے اور روحانی طور پر حضور میں رہتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت خواجہ نقشبند کا جو قول نقل کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خود حضرت مجدد الف ثانی بھی اس کشف کے دوران کمالاتِ ولایت کے مقام پر تھے، لیکن جب حضرت مجدد الف ثانی کمالات نبوت کے مرتبہ سے مشرف ہوئے تو آپ نے فرمایا ''مطلوب آفاق و انفس سے بہت آگے ہے'' یہاں حضرت خواجہ نقشبند نے فرمایا کہ جو کچھ دیکھا (مشاہدہ کیا) اور سمجھا وہ سب کچھ غیر ہے یعنی وہ سلک کی اپنی ذاتی کیفیت کا نام ہے۔

آخر میں حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے شیخ بزرگوار کے حضور اپنے اس تعجب کا اظہار کیا ہے:

عجیب معاملہ اس وقت یہ ہے کہ اس سے پہلے جو بلا و مصیبت بھی آتی تھی وہ خوشی کا باعث بنتی تھی اور یہ فقیر **ھل من مزید** ۲؎ کہا کرتا تھا اور پھر دنیاوی اسباب میں سے کچھ کم ہو جانے پر اچھا لگتا تھا اور میں بھی یہی خواہش کرتا تھا لیکن اب جب کہ میرا عالم اسباب میں نزول واقع ہوا ہے، جب اپنی عاجزی پر نگاہ جاتی ہے تو کم نقصان سے بھی پہلے ہی مرحلہ میں رنج و غم پیدا ہو جاتا ہے اگر چہ وہ جلد

ا۔ کنز العمال ۱۰۳/۳ ۲۔ سورۂ ق: ۳۰

ہی دور ہو جاتا ہے، اگر یہ عاجز پہلے بلا و مصیبت کے دور کرنے کی دعا کرتا تھا تو اس سے مقصد اس کا دور کرنا نہیں ہوتا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اُدعونی یعنی تم مجھ سے مانگو کی تعمیل میں تھا لیکن اب تو دعا کا مقصد بلاؤں و مصائب کا رفع کرنا ہے۔

اس حصے میں ایک طالب کی وہ حالت بیان کی گئی ہے جو عروج و نزول کی سیر کے دوران اس پر طاری ہوتی ہے، ایک طالب عروج کے وقت عالم وجوب میں ہوتا ہے اس لیے دنیا اور اس کے متعلقات کی اُسے کوئی خبر نہیں ہوتی، اس کے برعکس نزول کے موقع اس کی توجہ عالم اسباب کی طرف ہوتی ہے۔ وہ مصائب کو تکالیف ہی شمار کرتا ہے، اس وقت وہ جو دعائیں کرتا ہے اس میں وہ لوگ بھی شریک ہوتے ہیں جن کی رہنمائی کا اُسے حکم ہوتا ہے، وہ ایسے حالات میں صرف نص قطعی پر عمل کرنے کے لیے دعا نہیں کرتا ہے بلکہ واقعی دعا سے اس کا مقصد مصائب کا دور کرنا ہوتا ہے۔

۱۳اواں ماہانہ درس مکتوبات منعقدہ ۹ رجون ۲۰۱۳ء

مکتوب ہفتم

در بیان بعضی از احوال غریبہ خود با بعضے استفسارہائے ضروری نیز بہ پیر بزرگوارِ خود نوشتہ اند

عرضداشت کمترینِ بندگان احمد آنکہ مقامیکہ فوق محمدیؐ بود در عروج خود را بالطریق عروج ورآنجا

می یافت و آن مقام بحضرت خواجۂ بزرگ قدس اللہ سرہ الاقدس اختصاص داشت بعد از زمانے بدنِ عنصریِ خود را نیز در ہمان مقام یافت و دران وقت چنان متخیل گشت کہ این عالم بتمام از عنصریات و فلکیات بتہ فرو رفت و نام و نشان از ان نماند و چون دران مقام نبودند الا بعضے از اولیاء کبار این زمان کہ تمام عالم را بخود در جائے و مقامے شریک می یابد حیرت دست مید ہد کہ باوجودِ بیگانگیِ تمام خود را با ایشان می بیند الغرض حالتیکہ گاہ گاہ دست میداد کہ دران نہ خود میماند و نہ عالم نہ در نظر چیزے می آمد نہ در علم حالا آن حالت مستمرہ است و وجودِ خلقتِ عالم از دید و دانش بر آمدہ بعد از ان مد ہمان مقام یک کوشکِ عالی ظاہر شد کہ زینہا نہادہ اند آنجا بر آمد و آن مقام ہم در رنگِ عالم بتدریج فرو رفت و ساعۃ فساعۃ خود را منصاعد مے یافت اتفاقاً نمازِ شکرِ وضو میگذارد کہ مقامے بس عالی نمایان شدہ و اکابرِ اربعہ نقشبندیہ را قدس اللہ اسرارہم دران مقام دید و مشائخ دیگر ہم مثل سید الطائفہ وغیرہ در انجا بودند و بعضے دیگر از مشائخ بالائے آن مقام ہستند اما قوائم آنرا گرفتہ نشستہ اند و بعضے پایان علی تفاوتِ درجاتِہم و خود را بسیار دور از ان مقام یافت بلکہ مناسبت ہم ندید ازین واقعہ اضطرابِ تمام پیدا شد نزدیک بود کہ دیوانہ شدہ بر آید و از فرطِ اندوہ و غصہ قالب تہی کند چندگاہ برین نہج گذشت آخر بتوجہاتِ علیہ حضرتِ ایشان خود را مناسبِ آن مقام دید اول سرِ خود را محاذیِ آن مقام یافت بتدریج رفت و بالائے آن مقام نشست بعد از توجہ چنان مخطور شد کہ آن مقام مقامِ تکمیلِ تام است کہ بعد از تمامیِ سلوک بآن مقام میرسند مجذوب سلوک تمام ناکردہ از ان مقام بہرہ نیست و نیز دران وقت چنان متخیل گشت کہ وصول باین مقام از نتائجِ آن واقعہ است کہ در ملازمتِ حضرتِ ایشان دیدہ بود و بعرض رسانیدہ کہ

حضرتِ امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ میفرماید کہ آمدہ ام تا ترا علمِ سمٰوات تعلیم کنم و چون نیک متوجہ شد این مقام را مخصوص بحضرتِ امیر در میانِ سائر خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین یافت واللہ سبحانہ اعلم و دیگر چنان ظاہر میشود کہ اخلاقِ سیئہ ساعت فساعت می بر آیند بعضے در رنگِ رشتہ از وجود می بر آیند و گاہے در رنگِ دود بیرون مے آیند و در بعضے اوقات متخیل میشود کہ تمام بر آمدہ اند و در ثانی الحال چیزے دیگر باز ظاہر میشود و مے بر آید ثانیاً معروض میگرداند کہ توجہ از برائے دفعِ بعض امراض و شدائد آیا مشروط بآنست کہ اول مرضیِ حق سبحانہ دانستہ شود کہ دران توجہ ہست یا نہ یا مشروط نیست آنچہ ظاہر از عبارتِ رشحات است کہ از حضرتِ خواجہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نقل میکنند مفہوم میشود کہ نسبت درین باب بہ ہرچہ حکم فرمایند با آنکہ خوش نمی آید توجہ کردن ثالثاً بعرض میرساند کہ بعد از تحققِ حضور مر طالبان را آیا از ذکر باز داشتن و امر بنگاہداشتِ حضور کردن لازم است یا نہ و دیگر کدام مرتبہ حضور است کہ دران ذکر نگویند لیکن بعضے ہستند کہ از اول تا آخر ذکر گفتہ اند و اصلا از ذکر ممنوع نشدہ اند و کار نزدیک بنہایت رسانیدہ اند حقیقتِ کار چیست ہرچہ امر فرمایند رابعاً معروض آنکہ حضرت خواجہ در فقرات میفرمایند آخر بذکر امر میکنند کہ بعضے مقاصد ہستند کہ بے آن میسر نمے شوند تعیینِ آن مقاصد فرمایند خامساً بعرضِ اقدس میرساند کہ بعضے طالبان اظہار طلب تعلیم طریقہ میکنند لیکن در لقمہ احتیاط نمیتوانند کرد باوجودِ بے احتیاطی حضور و نحو استغراق پیدا میکنند و اگر تاکید در لقمہ کردہ میشود از سستیِ طلب ترکِ کلی میکنند درین باب چہ حکم است و بعضے دیگر ہستند کہ مجردِ اتصال باین سلسلہ شریفہ بطریقِ ارادہ میخواہند بی آنکہ طلب تعلیم ذکر کنند این قسم اتصال ہم مجوز است یا نہ و اگر مجوز است طریقِ آن چیست زیادتِ گستاخی بے ادبی تمام است

ترجمہ:

اپنے بعض عجیب وغریب احوال اور بعض ضروری استفسار کے متعلق یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:

خاکسار غلام احمد کی یہ گذارش ہے کہ اُس مقام میں جو عرش کے اُوپر تھا اپنی رُوح کو بطریق عروج وہاں پاتا تھا اور وہ مقام حضرت خواجہ بزرگ یعنی خواجہ نقشبند قدس سرہٗ سے مخصوص تھا کچھ زمانہ کے بعد اپنے بدن عنصری کو بھی اس مقام میں پایا۔ اس وقت ایسا خیال میں گذرا کہ یہ عالم سارے کا سارا عنصریات وفلکیات سے نیچے چلا گیا ہے اور اس کا کچھ نام ونشان نہ رہا ہے اور اس مقام میں اولیائے کبار میں سے بعض کے سوا اور کوئی نہ تھا، اس وقت کہ تمام عالم کو اپنے ساتھ ایک ہی جگہ اور ایک ہی مقام میں شریک پاتا ہے، بہت حیرت ہوتی ہے کہ باوجود تمام بیگانگی کے اپنے آپ کو ان کے ساتھ دیکھتا ہے۔

الغرض وہ حالت جو کبھی کبھی حاصل ہوتی تھی کہ جس میں نہ خود رہتا تھا اور نہ عالم اور نہ نظر میں کچھ آتا تھا نہ علم میں، اب وہ حالت دائمی ہے اور خلقت عالم کا وجود دید ودانش سے نکل گیا ہے۔

بعد ازاں اسی مقام میں ایک بلند محل ظاہر ہوا جس کے ساتھ سیڑھی رکھی ہوئی تھی، میں اس محل پر چڑھ گیا اور وہ مقام بھی عالم کی طرح آہستہ آہستہ نیچے چلا گیا اور میں ہر گھڑی اپنے آپ کو اوپر کی طرف چڑھتا ہوا معلوم کرتا تھا۔ اتفاقاً وضو کے شکرانہ کی نماز ادا کرتا تھا کہ ایک بہت بلند مقام ظاہر ہوا اور مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم سے چار بزرگ مشائخ کو اس مقام میں دیکھا اور دوسرے مشائخ مثل سید الطائفہ وغیرہ بھی وہاں تھے اور بعض اپنے اپنے درجے کے موافق اس سے نیچے تھے اور میں نے اپنے آپ کو اس مقام سے بہت دور پایا بلکہ کچھ مناسبت نہ دیکھی، اس واقعہ سے میں نہایت بے قرار ہوا، قریب تھا کہ دیوانہ ہو کر نکل جاؤں اور غم وغصہ کی زیادتی کے باعث جسم جان سے خالی ہو جاؤں کچھ مدّت تو اسی طرح حال رہا آخر حضور کی توجہ عالی سے اپنے آپ کو اس مقام کے مناسب دیکھا اوّل اپنے سر کو اس مقام کے مقابل پایا اور آہستہ آہستہ جا کر اس مقام کے اوپر بیٹھ گیا توجہ کے

بعد ایسا دل میں گذرا کہ یہی مقام تکمیل تام کا مقام ہے کہ سلوک کے تمام کرنے کے بعد اس مقام پر پہنچتے ہیں۔

سلوک کو تمام نہ کیے ہوئے مجذوب کو اس مقام سے کچھ حصہ نہیں ہے اور نیز اس وقت ایسا خیال پیدا ہوا کہ اس مقام پر پہنچنا اس واقعہ کا ثمرہ اور نتیجہ ہے جو حضور کی خدمت وملازمت میں دیکھا تھا اور عرض کیا تھا کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ میں اس واسطے آیا ہوں کہ تجھ کو آسمانوں کا علم سکھاؤں الخ۔ اور جب میں اچھی طرح متوجہ ہوا تو تمام خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان اس مقام کو حضرت امیر کرم اللہ وجہٗ کے مخصوص پایا، واللہ سبحانہ اعلم۔

دوسرے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بُرے اخلاق ہر گھڑی نکلتے جاتے ہیں۔ بعض دھاگے کی طرح وجود سے نکلتے ہیں اور بعض دھوئیں کی طرح باہر نکلتے ہیں۔ بعض اوقات خیال آتا ہے کہ سب نکل گئے ہیں۔ پھر دوسرے وقت کچھ اور ہی ظاہر ہوتا ہے اور نکلتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

دوسری عرض ہے کہ آیا بعض امراض اور سختیوں کے دفع کرنے کے لیے توجہ کرنا اس بات پر مشروط ہے کہ اوّل معلوم ہونا چاہیے کہ توجہ کرنے میں خدائے تعالیٰ کی رضامندی ہے یا نہیں یا توجہ اس بات پر مشروط نہیں ہے۔

رشحات کی ظاہر عبارت سے جو حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ سے منقول ہے، مفہوم ہوتا ہے کہ توجہ مذکور اس بات پر مشروط نہیں ہے۔ اس باب میں مناسب حکم فرمائیں، باوجود اس کے ایسا توجہ کرنا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

تیسری عرض یہ ہے کہ حضور ثابت ہو جانے کے بعد طالبوں کو ذکر سے روکنا اور حضور کی نگہداشت کا امر کرنا ضروری ہے یا نہیں اور حضور کا کونسا مرتبہ ہے جس میں ذکر نہیں کہتے لیکن بعض ایسے ہیں جنہوں نے اوّل سے آخر تک ذکر کہا ہے اور بالکل ذکر سے نہیں رکے اور نہایت تک پہنچایا ہے، حقیقت حال جیسی ہو اُس کے مناسب امر فرمائیں۔

چوتھی عرض یہ ہے کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ اپنے فقرات میں فرماتے ہیں کہ

آخر ذکر کے امر کرتے ہیں کیوں کہ بعض ایسے مقاصد ہیں جو بغیر ذکر کے حاصل نہیں ہوتے، ان مقاصد کو معیّن فرمائیں۔

پانچویں خدمت اقدس میں یہ عرض ہے کہ بعض طالب طریقہ سیکھنے کی طلب ظاہر کرتے ہیں لیکن لقمہ میں احتیاط نہیں کر سکتے اور باجود اس بے احتیاطی کے حضور اور ایک قسم کا استغراق پیدا کر لیتے ہیں اور اگر لقمہ کے بارہ میں تاکید کی جاوے تو طلب کی سستی کے باعث طریقہ کو بالکل ترک کر دیتے ہیں اس بارہ میں کیا حکم ہے اور بعض دوسرے ایسے ہیں جو بطریق ارادت اس سلسلہ شریفہ سے پیوستہ ہونا اور ملنا چاہتے ہیں بغیر اس بات کے ذکر سیکھنے کی طلب کریں، اس قسم کا پیوند بھی جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو اس کا کیا طریق ہے، زیادہ گستاخی بڑی بے ادبی میں داخل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوب نمبر ۷ (جلد اوّل)

آپ کا یہ عریضہ بھی اپنے شیخ بزرگوار حضرت خواجہ کی خدمت میں ہے، جس میں آپ نے عرض کیا ہے:

''جناب یہ حقیر خادم احمد عرض گذار ہے اور جو مقام محدد (عرش کے اوپر) ہے اپنی روح کو بطریق عروج اس مقام پر محسوس کرتا تھا وہ مقام حضرت خواجۂ بزرگ (بہاالدین نقشبند بخاری) رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ اسی حالت میں کچھ عرصہ گذرا تھا کہ اپنے جسم عنصری کو بھی اُسی مقام پر دیکھا۔''

اس اقتباس میں حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے عروج کے دوران ہونے والے روحانی واقعات بیان کیے ہیں۔

صوفیہ کو روحانی مشق میں عروج و نزول کے دوران جو مختلف سیریں کروائی جاتی ہیں وہ روحانی سفر کہلاتے ہیں، یہ چار اسفار ہیں۔

(۱) سیر الی اللہ

(۲) سیر فی اللہ

(۳) سیر عن اللہ باللہ

(۴) سیر فی الاشیاء باللہ

پہلی سیر میں ایک طالب ظلال سے اسماء و صفات الٰہی کی طرف سیر کرتا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی اصل کو پہنچ جاتا ہے اور اس میں فانی ہو کر اپنا کوئی نشان نہیں پاتا، یہی دائرہ ظلال بھی ہے جس کو تصوف کی اصطلاح میں سیر الی اللہ کہا جاتا ہے، اسی کو دائرہ ولایت صغریٰ بھی کہا جاتا ہے، ایک

طالب کا یہ سلسلہ دائمی طور پر جاری رہتا ہے۔اس کے بعد سالک شرع شریف کے تحت ترقی کرتے ہوئے سیر فی اللہ میں داخل ہوجاتا ہے، جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی صفات، اسماء وشیونات واعتبارات کی سیر کرتا ہے، اسی کو اصطلاحاً سیر فی اللہ کہتے ہیں۔ یہ سیر اُسے ولایت کبریٰ میں میسر آتی ہے، اسے بقا کا نام بھی دیا گیا ہے۔

اسی مقام پر ایک سالک کو شرح صدر حاصل ہوتی ہے، یہیں پر اُسے وہ نُور حاصل ہوتا ہے جس کا اشارہ قرآن مجید میں ہے:

اَفَمَن شَرَحَ اللّٰہُ صَدرَہٗ للاسلام فھو علی نُورٍ من رَّبِّہٖ[1]

یعنی وہ انسان جس کا سینہ اللہ کریم نے اسلام قبول کرنے کے لیے کھول دیا وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

یہاں اس امر کی وضاحت لازم ہے کہ یہ دونوں سیریں مکمل ہونے پر طالبوں کے دوگروہ ہوجاتے ہیں، ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا ہوکر جمال الٰہی کا مشاہدہ کرتے ہیں، انہیں مستہلک کہا جاتا ہے وہ یہیں تک رہ جاتے ہیں۔

دوسرا طبقہ راجعین کا ہے جن کو واپس لایا جاتا ہے کہ وہ آکر مخلوق میں انسانوں کے درمیان رہیں اور اللہ کے بندوں کو اُسی راہ سے سیر کرنے میں مدد کریں جن کے ذریعہ وہ یہاں تک آیا تھا اُسے مخلوق کے ساتھ کسی قسم کی گرفتاری نہیں ہوتی۔

طالب کی چوتھی سیر کا نام سیر فی الاشیاء باللہ ہے، اس میں سالک مخلوق کے ساتھ ہر وقت ملا ہوا رہتا ہے لیکن اُسے ان کے ساتھ ایسا لگاؤ نہیں ہوتا کہ اس کا اللہ تعالیٰ سے رابطہ منقطع ہوجائے، وہ خلقت کی طرف اپنی مرضی سے توجہ نہیں کرتا، اس میں یہ وصف خود بخود پیدا ہوجاتا ہے۔
حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں:

۱۔الزمر ۲۲

''اس وقت یہ بات بھی ذہن میں آئی کہ دنیا ساری کی ساری عنصریات و فلکیات سے نیچے ہے اور اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہا، اس مقام پر بعض خاص اولیاء کے کوئی شریک نہیں تھا، اس وقت میں نے سارے عالم کو ایک مقام پر پایا جس پر بہت حیرت ہوئی کہ بے گانگی کے باوجود یہ بندہ خود کو ان کے ساتھ پاتا ہے، یہ حالت مجھ پر کبھی کبھار طاری ہوتی تھی، لیکن اب وہ حالت دائمی ہوگی ہے، خلقت عالم کا وجود دید و دانش سے باہر نکل گیا ہے۔''[1]

یعنی حضرت مجدد الف ثانی نے اس اقتباس میں لکھا ہے کہ جس مقام تک مجھے روحانی سیر ہوئی تھی وہاں میں نے خود کو اپنے بدن عنصری کے ساتھ پایا، جس کی اوّلین وجہ یہ ہے کہ آپ کے مبارک بدن پر روح کا غلبہ تھا، ایک اور سبب یہ ہوسکتا ہے کہ عروج کے وقت خیالی طور پر ایک خاص سالک کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس کا جسم بھی ہمراہ ہے، پھر علماء کے نزدیک صوفیہ کو جسمانی سیر بھی میسر آسکتی ہے، جو شرعاً ناجائز نہیں ہے۔

ایک اور بات جو آپ نے اس پیراگراف میں لکھی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے ساری دنیا کو نیچے محسوس کیا، یہ گویا عالم امکان تھا، لامکاں کی طرف پرواز کرنے والے سالک کو یہی نظر آتا ہے کہ ساری دنیا اس کے نیچے جارہی ہے۔

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہاں اولیائے خاص ہی تھے کوئی اور نہیں تھا اور پھر ساری مخلوق کو ایک ہی مقام پر دیکھ کر کہ آپ کو جو حیرت ہوئی اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے عروج کے وقت تو اولیائے خاص کو دیکھا اور نزول کے موقع پر پوری بے گانگی حاصل ہونے کے باوجود آپ کو مخلوق کے ساتھ کیوں دکھایا گیا، یہ واقعی حیرت کا مقام تھا، کہ لاتعلق کے باوجود آپ پر یہ کیفیت بھی اللہ تعالیٰ کا انعام تھا کہ آپ قلبی طور پر مخلوق سے ملحق نہیں تھے اور صرف ظاہری طور پر خلقت کی رہنمائی کے لیے

۱۔مکتوب حاضر: ۷

ان کے ساتھ تھے۔

آپ نے اس اقتباس میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ مشاہدہ کے دوران یہ حالت پہلے کبھی کبھی طاری ہوتی تھی اب تو وہ دائمی رہنے لگی ہے، جس کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ ابتدائے سلوک میں ایک سالک کو کبھی دنیا کا نسیان بھی حاصل ہوجاتا ہے اور کبھی اُسے پھر شہود ہوجاتا ہے، جب اتباع شرع شریف سے ایک سالک کا عروج کامل ہوجاتا ہے تو اسے دائمی نسیاں بھی ہوجاتا ہے، آپ کی اس وقت یہی کیفیت تھی جس کا آپ نے اپنے شیخ بزرگوار سے تذکرہ کیا ہے۔

آپؒ حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں لکھتے ہیں:

> اتفاق سے میں شکرانہ کے وضو کے لیے نوافل ادا کررہا تھا کہ مجھ پر ایک بہت بلند مقام ظاہر ہوا، نقشبندی مشائخ میں سے چار بزرگوں کو وہاں دیکھا ان کے علاوہ وہاں حضرت سید الطائفہ وغیرہ کو بھی دیکھا، بعض اور مشائخ بھی جو اس مقام سے اوپر تھے کو دیکھا، وہ اس کے پائیوں کو پکڑے ہوئے تھے اور بعض کو اس مقام سے نیچے بھی دیکھا، میں نے خود کو اس مقام سے بہت دور محسوس کیا بلکہ مجھے اس سے کچھ مناسبت معلوم نہ ہوئی، اس واقعہ سے میں بہت بے چین ہوگیا قریب تھا کہ میں بے دیوانہ ہوکر کہیں چلا جاتا یا غم وغصہ سے خود کو ہلاک کرلیتا، کچھ وقت اس طرح سے گذرا، آخر آپ کی توجہات بلند پایہ سے میں نے اپنے آپ کو اس مقام کے مناسب پالیا''

یعنی ایک روز حضرت مجدد الف ثانی شکرانۂ وضو کے نوافل ادا کررہے تھے کہ آپ پر ایک انکشاف ہوا (کشف ہوا) جس میں ایک بلند مقام کا ظہور ہوا، وہاں میں نے چار نقشبندی بزرگوں کو دیکھا ،مولانا نور احمد امرتسری (ف ۱۹۳۰ء) نے اپنے مرتبہ مکتوبات امام ربانی کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ مکتوبات کا وہ نسخہ جو حضرت کی درگاہ میں سرہند میں ہے اس میں حسب ذیل چار مشائخ کے نام لکھے ہوئے ہیں:

(۱) حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری

(۲) حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری ثم مدنی

(۳) حضرت علاء الدین عطار

(۴) حضرت خواجہ عبید اللہ احرار

حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے اس اقتباس میں فرماتے ہیں کہ وہاں حضرت سید الطائفہ کو بھی دیکھا ، جس سے مراد ہے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (ف ۲۹۷ھ/۹۰۹ء)، سلسلۂ نقشبندیہ کے مبارک شجرہ میں آپ کا نام مبارک بھی شامل ہے، جب حضرت مجدد الف ثانی نے عروج کے دوران خود کو اتنے بلند مقام پر دیکھا اور اس مرتبہ سے آپ کو اپنی کوئی مناسبت معلوم نہ ہوئی تو آپ بہت حیران ہوئے، دیوانگی کی سی کیفیت طاری ہوگئی لیکن آپ اپنے شیخ خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کو اطلاع دیتے ہیں کہ کچھ دیر کے بعد آپ کی توجہ سے میں نے خود کو اس بلند مقام پر فائز پایا جس سے میری حیرت اطمینان میں بدل گئی۔

حضرت مجدد الف ثانی نے لکھا ہے:

> یہ بات بھی ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برے اخلاق آہستہ آہستہ نکلتے جاتے ہیں، بعض تو دھاگے کی صورت میں اور کبھی دھویں کی طرح نکلتے ہیں، یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ سب نکل گئے ہیں لیکن کسی وقت پھر نکلنے لگتے ہیں''

یہاں یہ مفہوم ہے کہ جب ایک طالب سلوک میں مصروف ہوجاتا ہے تو اس سے برے اخلاق جدا ہونے لگتے ہیں، اس کے جسم سے کثافتیں نکلنے لگتی ہیں، آپ نے ان عادات کو دھاگے اور پھر دھویں کی صورت میں نکلتے ہوئے دیکھا تھا، بخاری شریف کی حدیث ہے کہ شیطان انسانی جسم سے دھوئیں کی مانند نکلتا ہے[1] یعنی تزکیۂ نفس حاصل ہونے پر شیطانی اثرات باہر نکلنا شروع ہوجاتے ہیں

۱۔ **صحیح بخاری:** ۴۶۴/۱

۱۴۱واں ماہانہ درس مکتوبات منعقدہ ۱۴؍جولائی ۲۰۱۳ء

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے مکتوبات کا ایک مختصر سا مجموعہ آپ کے کلیات میں شامل ہے آپ کے مکتوبات، ملفوظات اور رسائل نثر و نظم کے جامع شیخ محمد اسماعیل رشدی تھے، جنہوں نے حضرت خواجہ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین حضرت خواجہ حسام الدین احمد (۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء) کے حکم پر مرتب کیا تھا، یہ بزرگ عبدالرحیم خانِ خاناں کے ہاں ملازمت کرتے تھے اور ان کے پاس وقت کی بہت کمی تھی، انہوں نے جب یہ مکاتیب جمع کیے تو زیادہ کوشش نہیں کی حالانکہ انہیں اندازہ تھا کہ آپ کے مکاتیب گرامی دہلی کے اکابر کے علاوہ سرہند شریف میں بھی ہوں گے، اگر اس وقت تک حضرت مجدد الف ثانی کا وصال (۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) ہوگیا تھا تب بھی مکاتیب کی نقل حاصل کر کے مجموعہ میں شامل کرنے پر پابندی نہیں تھی لیکن وہ ایسا نہ کر سکے آپ کے بعض مکاتیب کا جواب مکاتیب حضرت خواجہ میں موجود ہے، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے آپ کے اس عریضہ کا جواب دیا ہے جو حضرت خواجہ کے مکتوبات (۸۱/۸) میں موجود ہے۔

ان سوالات میں رشحات کا حوالہ آیا ہے جو حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہٗ کے احوال وملفوظات پر ایک اہم کتاب ہے ابتداء میں حضرت خواجہ احرار کے مشائخ کا مختصر سا تذکرہ بھی ہے۔ اس کتاب کے مولف مولانا فخر الدین علی واعظ کاشفی ہیں جس کا فارسی متن بخارا، لکھنؤ اور تہران سے شائع ہو چکا ہے، مولوی ابوالحسن فرید آبادی نے اس کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے جو مطبع نولکشور لکھنؤ سے چھپا تھا، رشحات کا عربی ترجمہ بھی ہوا تھا جو اب شائع ہو چکا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے دوسرے اہم رسالہ فقرات کا حوالہ دیا ہے۔ اس رسالہ میں ابتداً مسلک اھل سنت کا بیان ہے، حضرت خواجہ احرار کے بعض مکاتیب بھی ہیں پھر اس میں تصوف کے عمومی مسائل بھی بیان کیے گئے ہیں جن کا ایک طالب صادق کا جاننا لازم ہے، تمام رسائل اور

خصوصاً سلسلہ نقشبندیہ میں یہ رسالہ بہت مقبول رہا، تاشکند اور حیدر آباد دکن سے اس رسالہ کا متن چھپ چکا ہے، اس کے ترکی اور عربی تراجم طبع ہو چکے ہیں۔

آخر میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے شیخ حضرت خواجہ کی خدمت میں چند سوالات کیے ہیں جن کے آپ نے جواب بھی مرحمت فرمائے ہیں۔

☆ حضرت نے پوچھا ہے بعض امراض اور سختیوں کے رفع کرنے کے لیے توجہ کرنا اس بات پر مشروط ہے کہ اوّل معلوم ہونا چاہیے کہ توجہ کرنے میں خدا تعالیٰ کی رضامندی ہے یا نہیں یا توجہ اس بات پر مشروط نہیں ہے، رشحات کی عبارت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ توجہ مذکور اس بات پر مشروط نہیں ہے۔

حضرت خواجہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اہل ہمت اگر ہمت کرتے ہیں تو وہ انبیاء کرام کی اتباع میں ایسا کرتے ہیں اگر وہ اسے ترک کریں تو اسے نامرضی شمار کرتے ہیں پھر آپ فرماتے ہیں کہ وہ معاملہ جس میں اللہ تعالیٰ کی مرضی معلوم نہ ہو تو اس میں ہمت صرف کرنے کی دلیری نہ کریں بلکہ صرف دعا کریں اور اسم ذات یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم پڑھیں اگر یہ قبول ہو جائے تو کام ہو جائے گا۔

☆ آپ کا دوسرا سوال یہ کہ حضور ثابت ہو جانے کے بعد طالبوں کو ذکر سے روکنا اور حضور کی نگہداشت کا امر کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور حضور کا کونسا مرتبہ ہے کہ جس میں ذکر نہیں کرتے۔

حضرت خواجہ جواب میں فرماتے ہیں:

''حضور کو ''جمع کر کے ذکر کرنا سب سے زیادہ بہتر اور باوثوق ہے ہاں وہ ذکر جو ''حضور'' کے لیے ''فتور'' کا سبب ہو مانع ہے اسی طرح کاہلی اور نفسانیت کے غلبے کے وقت بھی ذکر ممنوع ہے۔ حضور اور ذکر کے وقت زبان حرکت میں رہتی ہے اور ذکر کی حقیقت یہ کہ آدمی کے جسم کے تمام

اجزا ذاکر ہوجائیں یہاں تک کہ اسمِ ذکر اس حقیقت کا جامعہ (احاطہ) بن جائے، حدیث شریف میں ہے، اَلا نَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اعمالِکم ۱؎ یعنی تمہارے انبیاء کرام کے سوا کسی کے اعمال محفوظ نہیں ہیں، جو اس امر کی طرف اشارہ ہے۔

ہاں ہمارے خواجہ (خواجہ عبیداللہ احرار) قدس سرہٗ کے (رسالہ) فقرات میں مذکور ہے کہ اہل صحبت کو آخر میں ذکر کا حکم دیں کہ اس کے بعض مقاصد ہیں جو اس کے بغیر حاصل نہیں ہوتے، وہ مقاصد کیا ہیں؟ اور ذکر کا امر کس وقت کرنا چاہیے یہ مخفی نہ رہے کہ ذکر کا امر حضور کے ظہور کے وقت کرنا چاہیے اور حضور کا وقت رابطہ میں میں آنے سے تعلق رکھتا ہے اور ذکر کا نتیجہ فنائے حقیقی ہے اور اس کا ظہور حکم "ذکر کم" کی برکت سے ہے اس کے بعد حقائق و معارف کا آغاز ہوتا ہے اور لا الہ الا اللہ کے ذکر سے مراد ہے کہ رابطہ یا توجہ کے دوران مرشد کے باطن سے انعکاس کے طور پر سالک کے باطن پر اس کا اثر ظاہر ہو، خواہ وہ ذکر قلبی ہو یا روحی ہو اور اگر یہ صحبت یا رابطہ اس قسم کے معاملہ پر ختم ہو تو پھر نفی و اثبات کی ضرورت ہوتی ہے، فقرات میں یہ بھی لکھا ہے کہ ذکر کے بغیر نہ رہیں، اصل بات یہ ہے کہ ذکر تو صرف ذکر نفسی ہی ہے جس میں ترقی ہوتی ہے۔

☆ پھر حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت خواجہ سے یہ سوال بھی کیا ہے کہ بعض طالب طریقہ

۱۔ اَلا نَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اعمالِکم، وارضاھا عِند ملیککم، و ارفعھا فی درجاتِکم، و خیرلکم من اعطاء الذھب والوارق، و من اَنْ تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقھم قالوا: مَاذاک یارسولَ اللہ! قال "ذکرُ اللہ" سنن ابن ماجہ:۳۷۹۰/۲، احمد:۲۵۲/۶، ترمذی:۲۵۸/۹

کی طلب کا ارادہ رکھ کر آتے ہیں لیکن وہ لقمہ میں احتیاط نہیں کرتے، ان کے بارے میں کیا حکم ہے جس پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ لقمہ میں احتیاط یعنی رزق حلال کا خیال رکھنا لازم ہے۔ اس معاملہ میں کسی قسم کی وسعت یا رعایت نہ کریں اس طرح تو شریعت اسلامی کی پابندی ہی ختم ہو جائے گی، تم آنے جانے والوں پر ظاہر کرو کہ رزق حلال ہر حال میں مشروط طریقت کے لیے مشروط ہے، آپ نے اس پر اس قدر زور دیا کہ اگر وہ اس میں احتیاط نہ کریں اور اسے کوئی نسبت حاصل ہو جائے تو اس کی نسبت سلب کر لیں۔

☆ حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت خواجہ سے سوال کیا کہ بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو صرف ارادت سے اس سلسلۂ نقشبندیہ سے منسلک ہونا چاہتے ہیں لیکن وہ ذکر سیکھنے کی طلب نہیں کرتے، اس قسم کے لوگوں کو ساتھ ملانا کیا جائز ہے؟ یا نہیں اور اگر جائز ہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟

حضرت خواجہ نے اس کے جواب میں فرمایا:

اگر کچھ اصحاب اس طریقہ میں تم سے مصافحہ کرنا چاہیے تو انہیں اس معاہدہ پر پابند کرو کہ وہ شریعت کی متابعت کریں گے اور ہوا و بدعت سے خود کو بچائیں گے، اگر وہ تم سے شجرہ طلب کریں تو حضرت مولانا خواجگی املنگی تک شجرہ لکھ دو میرا نام شامل نہ کرو کہ مجھے اپنے (اعمال) کی خرابی سے شرم آتی ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسے اصحاب کو تم دوسروں کی صحبت میں بھیج دو اور خود ان سے الگ ہو جاؤ۔

(مکتوبات حضرت باقی باللہ ۸/۷۸-۸۳) مشمولہ کلیات خواجہ باقی باللہ، مطبوعہ لاہو

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں　　اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

برصغیر پاک و ہند میں دوقومی نظریے کے بانی، مصلح اعظم، عظیم روحانی پیشوا، قیوم زمانی، شہباز لامکانی امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کی شخصیت، کارہائے نمایاں اور آپ کی ہمہ گیر تعلیمات سے عوام و خواص کو روشناس کرانے کے لیے ویب سائٹ www.mujaddidway.com کا اجراء کیا جا رہا ہے تاکہ عالمی سطح پر رونما ہونے والے مسائل کو افکار مجدد کی روشنی میں حل کرنے کی مؤثر صورت نکالی جائے مزید براں دنیا بھر میں تحقیق سے وابستہ افراد تک ٹھوس لٹریچر فراہم کیا جا سکے۔

اغراض و مقاصد

- ☆ بین الاقوامی سطح پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت
- ☆ محققین کے لیے لٹریچر کی فراہمی
- ☆ مکتوبات امام ربانی کے درس اور ان کی اشاعت
- ☆ درس مکتوبات کی براہ راست کوریج بذریعہ Skyps ، Web site
- ☆ بین الاقوامی امام ربانی مجدد الف ثانی کانفرنس کا انعقاد
- ☆ کانفرنس میں پڑھے جانے والے تحقیقی مقالات کی اشاعت
- ☆ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے حوالے سے تحقیقی کام کو منظر عام پر لانے کا اہتمام
- ☆ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے حوالے سے نادر مخطوطات کی اشاعت
- ☆ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے سالانہ عرس مبارک منعقدہ ۲۸ صفر المظفر کے موقع پر ملک بھر سے شائع ہونے والے اخبارات، رسائل و جرائد میں آپ کی شخصیت، تعلیمات اور کارہائے نمایاں کے حوالے سے تحقیقی مضامین کی اشاعت
- ☆ پاکستان میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے متعلق محققین میں ہونے والی خط و کتابت کی اشاعت
- ☆ کالج اور یونیورسٹی کے طلباء کے لیے ورک شاپس کا اہتمام

ماہانہ درسِ مکتوبات

بفیضانِ نظر

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی

سفیرِ افکارِ امام ربانی سرورِ ملت **حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی**

مدرس: **پروفیسر محمد اقبال مجددی** سابق صدر شعبہ تاریخ گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور

ہر انگریزی ماہ کی دوسری **اتوار 9 بجے دن**

بمقام

کاشانۂ شیر ربانی 51-K1 واپڈا ٹاؤن لاہور

سرپرستی: **جناب جمیل اطہر سرہندی** صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور
روزنامہ جرأت، تجارت، دی بزنس لاہور، صدر کونسل آف پاکستان نیوز پیپر ایڈیٹرز

صدارت: **پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی** سابق وائس چانسلر محی الدین اسلامی یونیورسٹی آزاد کشمیر

نگران: **محمد ہمایوں عباس شمس** چیئرمین شعبہ عربی و علوم اسلامیہ جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

باہتمام: **محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی** سیکرٹری جنرل مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

از اراکین مجدد الف ثانی سوسائٹی، لاہور پاکستان

visit www.mujaddidway.com
Skype nazim.bashir51
mujaddidway@hotmail.com
nazim_bashir72@yahoo.com　رابطہ کے لیے
0300-8022484 0300-6659771 0300-4299321 0321-9445433